يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب
على الذين من قبلكم لعلكم تتقون

احکام الصیام

تألیف: سلیمان بن محمد بن سلیمان النصیان حفظہ اللہ

ترجمہ وتخریج: ابوعکاشہ محمد ابراہیم شاہین حفظہ اللہ

نظر ثانی: شیخ عبدالرحمٰن ضیاء شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

تالیف

سلیمان بن محمد بن سلیمان النصیان حفظہ اللہ

ترجمہ وتخریج

ابوعکاشہ محمد ابراہیم شاہین حفظہ اللہ

نظرثانی

شیخ عبدالرحمٰن ضیاء شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ

ترجمہ وتخریج: ابوعکاشہ محمد ابراہیم شاہین رئیس قسم الجالیات بالمکتب التعاونی للدعوة والارشاد و توعیة الجالیات محافظه رفحاء المملكة العربية السعودية

ملنے کا پتہ: **المملكة العربية السعودية**

المكتب التعاونى للدعوة والارشاد و توعية الجاليات محافظه رفحاء

ص ب 131

پاکستان میں ملنے کا پتہ: شیخ محمد شفیع طاہر مدرس جامعہ لاہور الاسلامیہ لاہور

03226583661

شیخ محمد منیر اظہر مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

03216671251

طبع على نفقة أحد المحسنين غفر الله له و لوالديه و لجميع المسلمين

فہرست مضامین

بحث نمبر:۶......رمضان کے روزے فرض ہونے کی شرائط

بحث نمبر:۷...... ارکان روزہ

بحث نمبر:۸......رمضان کے روزے کب واجب ہوتے ہیں

بحث نمبر:۱۱......مکروہات روزہ

بحث نمبر:۱۱......روزہ دار کے لئے مباح اعمال

بحث نمبر:۱۳......روزہ کے جدید طبی مسائل

بحث نمبر: ۱۴......روزوں کی قضاء کے احکام

بحث نمبر: ۱۵......ممنوع روزے

بحث نمبر:۱۶......مکروہ روزے

بحث نمبر:۱۷......نفل روزہ

بحث نمبر:۱۸......روزہ کے آداب

بحث نمبر:۱۹......رمضان میں شعائر عبادت اور ان کے اثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذبالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إلٰه الاّ إلله وحده لا شريك له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله أما بعد:

دنیا میں ہر انسان ہر لحہ اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ لیکن تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت، نعمتِ اسلام، ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر انسان کا کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ اللہ جل شأنہ فرماتے ہیں: ﴿ ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه و هو في الآخرة من الخاسرين ﴾ یعنی اسلام کے بغیر تمام اعمال اکارت اور آخرت میں خسارہ ہی خسارہ انسان کا مقدر ہوگا۔ جس اسلام کی وجہ سے دنیا وآخرت میں انسان کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ اس کی اساس وبنیاد پانچ اعمال ہیں۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان کیا ہے جس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (بني الاسلام على خمس شهادة ان لا اله الاالله وان محمدًا عبده ورسوله واقام الصلاة وايتاءِ الزكاة وحج البيت و صوم رمضان). (رواه مسلم)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں۔ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور

محمد ﷺ اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔، نماز قائم کرنا۔زکوۃ ادا کرنا۔بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

جس طرح کسی عمارت کے قائم رہنے کے لئے اس کی بنیادوں کا مضبوط ہونا ضروری ہوتا ہے۔اسی طرح اسلام بھی اسی وقت ہی مضبوط ہوگا جب اس کی ان بنیادوں پر صحیح معنوں میں عمل ہوتا رہے گا۔اور کسی بھی عمل سے پہلے اس کے بارے میں سمجھ بوجھ حاصل کرنا اوراس کو اچھی طرح سمجھ لینا ذمہ دار لوگ اپنے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔لہذا اسلام کی بنیادی عبادات کو سمجھنا اور عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔

اللہ تعالی نے روزوں کے بارے میں خصوصی طور پر ارشاد فرمایا:

﴿ یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ﴾(البقرة ۱۸۳)

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی قوموں پر فرض کیئے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

جب روزے اسلام کی بنیاد واساس اور فرض ہیں تو ہر مسلمان پر ان کے احکام کو سمجھنا بھی ضروری ہے تا کہ وہ مقصود حاصل ہوسکے جو اللہ نے ان کی فرضیت کے بعد بیان کیا ہے۔اور وہ تقوی ہے۔

ہر مسلمان کے لئے رمضان کے مسائل واحکام کا سیکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان رخصتوں اور آسانیوں سے فیض یاب ہوسکے جو اللہ نے اپنے مومن بندوں کے لئے رکھی ہیں کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ شهر رمضان الذی انزل فیه القران هدی للناس و بینت من الهدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضًا اوعلی سفر فعدة من ایام اخر یرید الله بکم الیسر ولایریدبکم العسر ولتکملو العدة ولتکبروالله علی ماهدکم ولعلکم تشکرون ﴾(البقرة : ۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں لہذا اب جو شخص اس مہینے کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے، اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے اللہ تعالی تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے اور سختی نہیں کرنا چاہتا، (اس لئے یہ طریقہ تمہیں بتایا جارہا ہے) کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بن جاؤ۔

روزے فرض کر کے اللہ مومنوں پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ ان سے نرمی برتتے ہوئے ان کے اندر تقوی کا جوہر بھرنا چاہتا ہے تا کہ اس کے بندے شیطان سے محفوظ ہو سکیں۔

انہیں باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے فضیلۃ الشیخ سلیمان بن محمد سلیمان النصیان جن سے میری ملاقات سعودی عرب کے معروف علاقہ القصیم میں ہوئی اور ان کی چند تالیفات نظر سے گزریں تو ان کی تالیف مختصر کتاب الصیام بہت مفید معلوم

ہوئی تو میں نے اس کے ترجمہ کا پروگرام بنایا تاکہ اردوداں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ جب اس کا اظہار میں نے ان سے کیا تو انہوں نے اس بات کو بہت کو پسند فرمایا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی جس کی بدولت میرا ارادہ عمل میں ڈھلنا شروع ہوا اور میں نے اس مبارک کا آغاز کردیا۔

میں چونکہ سعودی عرب میں نیا نیا آیا تھا اور مصروفیات کوئی زیادہ نہیں تھیں اس لئے فراغت کے اوقات کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے اس مشن پر کام کرتا رہا۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ میرا تبادلہ قصیم سے رفحاء میں ہو گیا۔ رفحاء پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد میں نے اس کتاب کا ترجمہ مکمل کرلیا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

میں چونکہ قصیم سے رفحاء آ چکا تھا اور مؤلف قصیم سے مدینہ نبویہ منتقل ہو چکے تھے لہذا آپس میں عدم ربط کی وجہ سے کام میں تعطل آ گیا کیونکہ کچھ مقامات پر میں مؤلف حفظہ اللہ سے اجازت لے کر تغییر واضافہ کرنا چاہتا تھا۔ آخرکار اللہ نے سبب بنایا اور میں عمرہ کی سعادت کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوا اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ میں فاضل مؤلف حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اپنی گزارشات پیش کیں۔ جو شیخ حفظہ اللہ نے کھلے دل سے قبول کرتے ہوئے مجھے کام کو جلد تکمیل تک پہنچانے کی تاکید فرمائی۔ رفحاء آنے کے بعد میری مصروفیات بڑھ گئیں اس لئے ایک لمبہ عرصہ یہ کام تاخیر کا شکار ہو گیا۔ لیکن رمضان قریب آیا اور کچھ علمی مواد کی ضرورت پڑی تو اس کام کو مکمل کرنے کا پھر سے مصمم ارادہ کیا اور اپنی مصروفیات سے وقت نکالتے ہوئے تخریج کا عمل مکمل کیا۔ پھر اس کے بعد کمپوزنگ کا مرحلہ آیا تو ادھر ادھر تلاش کیا لیکن

کوئی اردو کمپوزر نہ ملا اس لئے اب کمپوز کرنے کے لئے خود ہی کمر باندھی اور اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا جو ایک لمبے عرصہ کے بعد تکمیل تک پہنچا اور اس تمام عرصہ میں اللہ کی خصوصی رحمت میرے شاملِ حال رہی ۔(أحمدالله و أشكره على منه و كرمه)

ان ایام میں میری زوجہ محترمہ نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور بسا اوقات اپنی قیمتی آراء سے بھی نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان کو مکمل صحت سے نوازے اور میرے ساتھ عملی تعاون پر ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ایام حج میں جب میری ڈیوٹی مکہ معظمہ میں لگی تو ان ایام میں فرصت کے اوقات کو اس کام کی تکمیل کے لئے مختص کر دیا اور بالآخر یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

پھر جب اشاعت کا مرحلہ آیا تو مالی مشکلات نے گھیر لیا اور کافی رقم نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام پھر تعطل کا شکار ہو گیا۔ لیکن اللہ نے سبب بنا دیا ایک دوست سے ملاقات ہوئی باتوں باتوں میں اس کام کا بھی تذکرہ ہوا تو انہوں نے اس کی اشاعت کا پوچھا تو میں نے اپنی مالی مشکلات کا اظہار کیا جس پر انہوں نے اشاعت خرچ اپنے ذمہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول کرتے ہوئے ان کے اور ان کے والدین کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ آمین۔

پھر میں نے پاکستان اپنے دوستوں سے رابطہ کیا تاکہ اس مبارک عمل کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ تو اس کام کو معزز بھائی فہد ملک نے اپنے ذمہ لیا اور بڑی

لگن کے ساتھ اس کام کو مکمل کیا۔ اللہ ان کے اس تعاون کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے لئے اس کو ذخیرہ آخرت بنائے۔

میں یہاں اگر فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن ضیاء کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اپنی گوناں گوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر نظر ثانی فرمائی تو زیادتی ہوگی۔ میں فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن ضیاء اور ہر اس دوست کا شکر گزار جنہوں نے اس عمل کی تکمیل میں کسی بھی طرح میرے ساتھ تعاون کیا۔ میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ اللہ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ اور مؤلف، مترجم اشاعت میں تعاون کرنے والوں اور قارئین کیلئے ذریعہ نجات بنائے آمین۔

محمد ابراہیم شاہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿تقریظ﴾

اسلام کے تمام احکامات کی اساس و بنیاد قرآن وحدیث ہیں یہ دونوں وحی الٰہی پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالی نے جیسے قرآن حکیم نازل اسی طرح حدیث مصطفیٰ کو بھی نازل فرمایا۔ ارشاد باری تعالی ہے: وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ (النساء)

ترجمہ: اللہ تعالی نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل فرمایا ہے۔ منزل من اللہ احکام دین الٰہی ہیں جن کا بیان اسانید صحیحہ اور طرقِ حسنہ کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہے۔

تمام مسائل اعتقادیہ وغیر اعتقادیہ کا ماخذ قرآن پاک اور حدیث رسول ہے خواہ وہ حدیث خبر واحد صحیح ہو یا متواتر ہر دو صورتوں میں ان کا حجت ہونا عیاں اور واضح ہے۔

بعض لوگ اخبارِ احاد میں تشکیکات اور اشکالات ڈالنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں اور خیبت وخسران کے عمیق گڑھوں میں جا گرتے ہیں۔

حالانکہ رشد وھدایت، فوز وفلاح اور نجات وکامیابی رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ احادیث کو ماننے میں ہی ہے۔

أئمہ حدیث وفقہ نے انہیں دو ماخذوں کو سامنے رکھا مختلف الانواع احکام مسائل پر مفصّل ومتوسط اور مختصر کتب مرتب کیں۔ تاکہ عوام الناس کے لیے شرعی احکام کی معلومات حاصل کرنا آسان ہو جائیں۔

کئی ائمہ نے ملے جلے اور مختلف مسائل پر کتب تحریر کیں اور بعض نے ایک ہی مضمون سے متعلقہ مسائل کو جمع کیا اور کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ ان کو مرصع کیا۔

جیسے امام ابوعبید قاسم بن سلام کی کتاب الطہارۃ، کتاب الاموال اور اسی طرح، کتاب الخراج وغیرہ حدیثی و فقہی کتب۔

زیر تبصرہ کتاب ہمارے دینی بھائی ابوعکاشہ محمد ابراھیم شاھین حفظہ اللہ کی تصنیف کردہ ہے۔

اس میں انہوں نے روزے کے متعلقہ بے شمار احکامات جمع کر دیئے ہیں اور اپنی اس کتاب میں انہوں نے کئی مقامات پر (اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ والافتاء) کے جاری کردہ فتاوی جات سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔

اللجنۃ الدائمۃ سعودی عرب کے کبار علماء پر مشتمل فتاوی کمیٹی ہے جس نے دنیا بھر کے لوگوں کی شرعی احکامات کی طرف راہنمائی کی ہے۔

اللہ تبارک تعالی اس طرز کی اللجنۃ ہر علاقے اور خطے کے علماء کو قائم کرنے کی توفیق دے، جو قرآن وسنت کی حدود میں رہ کر شرعی احکام کے لیے فتاوی جات جاری کر کے عوام الناس کی راہنمائی کا باعث بنیں۔

صاحب کتاب نے اپنی اس کتاب میں روزہ کے متعلق جدید وقدیم مسائل بڑے احسن پیرائے اور عمدہ اسلوب میں جمع کر دے ہیں۔

اس میں روزے کی تعریف، رمضان کے روزوں کا حکم، روزوں کے فضائل ومناقب، اسکی حکمتیں، فرضیت روزہ کی شرائط، شرعی عذر، روزے کی حالت میں مکروہ کام کی

تفصیل، حالت روزہ میں جائز امور، روزوں کی قضاء، ممنوع روزے، نفل روزے ،روزوں کے آداب اور رمضان المبارک میں سرانجام دینے والی عبادات اور ان کے اثرات پر بحث کا حق ادا کر دیا ہے اگر چہ ہر مولف و مصنف سے سو فیصد مسائل میں متفق ہونا لازمی نہیں ہوتا بعض احکام میں اختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر ایسا اختلاف ہو جو نص کے متصادم نہ ہو بلکہ نص کے فہم میں اختلاف ہو تو وہ قابل برداشت ہوگا۔ اسمیں علماء کو توسع سے کام لینا چاہیے۔

بہر کیف مجموعی اعتبار سے کتاب اپنے موضوع پر ایک منفرد اور قدیم و جدید مسائل کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالی کتاب کے مولف، نظر ثانی کنندہ، قارئین، ناشر اور راقم کے لیے نجات اخروی کا زینہ قویمہ بنائے اور اعمال صالحہ وعقائد صحیح کا دفینہ زرینہ اور توشہ آخرت بنا دے آمین یارب العالمین۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

رئیس مرکز الحسن (۸۸۲) سبزہ زار اسکیم لاھور

﴿بحث نمبر (1)﴾

﴿روزہ کی تعریف﴾

الصیام عربی زبان میں مطلق طور پر کھانے ، پینے ، بولنے اور نکاح وغیرہ سے رکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں حضرت مریم علیھا السلام کے بارے میں بیان کیا ہے: ﴿ فكلي واشربي وقري عينا فإما ترين من البشر أحدا فقولي إني نذرت للرحمن صوما فلن أكلم اليوم إنسيا ﴾ (مریم ۲۶) اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر اگر کوئی انسان تجھے نظر آئے تو کہہ دینا کہ میں نے رحمان کے نام کا روزہ مان رکھا ہے ۔ میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی ۔

شرعی طور پر روزہ کا مطلب نیت کے ساتھ مخصوص آدمی کا مخصوص وقت میں مخصوص اشیاء سے رکنا ہے ۔ اور نیت سے مراد اللہ تعالی کے قرب اور عبادت کی نیت ہے ۔ کیونکہ کبھی رکنا نیت سے نہیں ہوتا ، اس وقت یہ شرعی روزہ نہیں کہلائے گا اور اس کا کوئی اجر نہیں ہے ۔ لہذا شرعی روزہ وہی کہلائے گا جس میں اللہ تعالی کے قرب اور عبادت کی نیت سے ممنوع چیزوں سے رکا جائے ۔

﴿بحث نمبر (2)﴾

﴿روزہ کا حکم﴾

اس میں دو وجوہ کی بناء پر بات ہوگی۔

پہلی وجہ: روزہ کی اقسام۔

روزہ کی چار اقسام ہیں

پہلی قسم: واجب روزے۔ ان کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ جو وقت کے ساتھ واجب ہوں۔ مثلاً رمضان کے روزے، یہ وقت آنے پر واجب ہوتے ہیں۔

۲۔ جو کسی علت یا سبب کی بناء پر واجب ہوں۔ مثلاً کفارہ کے روزے، اکثر بلکہ تمام کفاروں میں روزے پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ظہار کے روزے مسلسل دو مہینے ہیں۔ قسم کے تین روزے ہیں۔ ایسے ہی قتل اور رمضان میں جماع کا کفارہ بھی روزوں پر ہی مبنی ہے۔

۳۔ جو نذر کی وجہ سے واجب ہوں۔ یعنی جو شرعی طور پر انسان پر واجب نہیں انسان بذات خود ان کو اپنے آپ پر واجب کر لے۔ مثلاً آدمی یہ نذر مان لے کہ وہ ایک دن، دس دن یا ایک مہینہ کے روزے رکھے گا۔

دوسری قسم: نفل روزے۔

یہ وہ روزے ہیں جن کے بارے میں نصوص موجود ہیں اور یہ بہت زیادہ ہیں۔

مثلاً ایام بیض کے روزے، ہر مہینے کے تین روزے، عاشوراء کا روزہ، یوم عرفہ کا روزہ ،سوموار اور جمعرات کا روزہ،شوال کے چھ روزے اور شعبان کے روزے وغیرہ۔

تیسری قسم: مکروہ روزے۔

یہ وہ روزے ہیں جن کے بارے میں شریعت میں نہی وارد ہے لیکن وہ نہی اتنی شدید نہیں ہے کہ اس پر حرمت کا فتوی دیا جا سکے۔ جیسا کہ حاجی کے لئے عرفہ کا روزہ ،صرف جمعہ کے دن کا روزہ، ہمیشہ روزہ رکھنا وغیرہ۔

چوتھی قسم: حرام روزے۔

یہ وہ روزے ہیں جن کے بارے میں شریعت میں شدید نہی وارد ہے۔ جیسا کہ عید کے دن کا روزہ، ایام تشریق کے روزے، عورت کے لئے ایام حیض کے روزے وغیرہ۔

اس پر مفصل بحث آگے آئے گی۔

دوسری وجہ: رمضان کے روزوں کا حکم۔

رمضان المبارک کے روزے کتاب وسنت اور اجماع کی رو سے فرض ہیں۔

ا۔قرآن مجید: میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون ﴾ (البقرة ۱۸۳)اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر صوم فرض کیا گیا تھا، تا کہ تم تقوی اختیار کرو۔

اس آیہ مبارکہ میں (كتب) کا مطلب فرض ہونا ہے لہذا یہ آیت اہل ایمان پر روزوں کی فرضیت پر قطعی دلیل ہے۔

۲۔سنت نبویہ:سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے۔☆بني الإسلام على خمس شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ، وإقام الصلاة ، و إيتاء الزكوة ، والحج ، وصوم رمضان☆ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔نماز قائم کرنا۔زکوۃ ادا کرنا۔حج کرنا۔اور رمضان کے روزے رکھنا۔(صحیح بخاری)

سیدنا طلحہ بن عبیداللہؓ بیان فرماتے ہیں☆ جاء رجل من أهل نجد ثائر الرأس يسمع دوى صوته ولا يفقه ما يقول حتى دنا فإذا هو يسأل عن الإسلام فقال رسول الله ﷺ خمس صلوات في اليوم والليلة ، فقال هل على غيرها قال لا إلا أن تطوع ، قال رسول الله ﷺ وصيام رمضان ، فقال هل على غيرها قال لا إلا أن تطوع ، قال وذكر له رسول الله ﷺ الزكاة ، فقال هل على غيرها قال لا إلا أن تطوع ، قال فأدبر الرجل وهو يقول : والله لا أزيد على هذا ولا أنقص ، قال رسول الله ﷺ أفلح إن صدق☆ اہل نجد سے بکھرے بالوں والا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس کی گنگناہٹ تو سنائی دیتی تھی لیکن اس کی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔لیکن جب وہ قریب ہوا تو (معلوم ہوا کہ) وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں۔اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ میرے ذمہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن اگر تو نفل نماز پڑھے

تو بہتر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے روزے۔وہ آدمی کہنے لگا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ میرے ذمہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن اگر نفل روزے رکھے تو بہتر ہے۔پھر آپ ﷺ نے زکاۃ کا تذکرہ کیا۔تو اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ میرے ذمہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن اگر نفلی صدقہ کرے تو بہتر ہے۔حضرت طلحہؓ کہتے ہیں وہ آدمی واپس مڑتے ہوئے کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! میں اس میں کمی بیشی نہیں کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے اپنا قول سچ کر دیکھایا تو وہ کامیاب ہوگیا۔(صحیح بخاری)

۳۔اجماع امت: تمام علماء اس بات پر متفق ہے۔(مراتب الاجماع ۳۹)، (بدایۃ المجتھد ۲/۲۸۳)

لہذا اب اگر کوئی روزوں کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ہاں اگر کوئی جاہل ہو یا نیا نیا اسلام لایا ہوا سے سمجھایا جائے گا اگر اس کے بعد بھی وہ انکار پر مصر رہے تو وہ کافر ہے

☆☆☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (3)﴾

﴿تین مراحل میں روزہ کی فرضیت﴾

پہلا مرحلہ: عاشوراء کا روزہ جو بعد میں منسوخ ہوگیا۔

اس کی دلیل سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ کی حدیث ہے وہ بیان فرماتی ہیں: ((أرسل رسول الله ﷺ غداة عاشوراء إلى قرى الأنصار التي حول المدينة ، من كان أصبح صائما فليتم صومه ، و من كان أصبح مفطرا فليتم بقية يومه ، فكنا بعد ذلك نصومه ونصوم صبياننا الصغار منهم إن شاء الله ونذهب إلى المسجد فنجعل لهم اللعبة من العهن فإذا بكى أحدهم على الطعام أعطيناها إياه عند الإفطار)) رسول الله ﷺ نے عاشوراء کی صبح مدینہ کے قرب وجوار میں انصاری بستیوں میں پیغام بھیجا کہ صبح سے جس نے روزہ رکھا ہے وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے صبح روزہ نہ رکھا ہو وہ بقیہ دن کا روزہ پورا کرے۔ ہم اس کے بعد اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔ ہم مسجد جاتے تو انہیں روئی کا ایک کھلونا دے دیتے اور افطاری کے قریب اگر کوئی بچہ کھانے کی وجہ سے روتا تو ہم اسے وہی (کھلونا) دے دیتے تھے۔ (صحیح بخاری)

دوسرا مرحلہ: شروع اسلام میں روزے اختیاری فرض ہوئے۔ اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے۔

﴿ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خير له وأن تصوموا خير لكم إن كنتم تعلمون ﴾(البقرة:۱۸۴) اور اس کی طاقت رکھنے والے، فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ لیکن تمھارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم جانتے ہو۔

تیسرا مرحلہ: رمضان کے روزوں کی فرضیت۔ اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے۔

﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾(البقرة: ۱۸۵) تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے تو وہ اسکا روزہ رکھے۔

دوسرے مہینوں کے علاوہ صرف رمضان کے مہینہ میں روزوں کی فرضیت کی حکمت اللہ تعالی نے بیان فرمائی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن هدى للناس و بينات من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ البقرة (۱۸۵) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی کھلی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے تو وہ اسکا روزہ رکھے۔

﴿بحث نمبر (4)﴾

﴿روزہ کے فضائل﴾

روزہ کے فضائل میں کئی احادیث مروی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

ا۔سیدنا سہلؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا☆إن في الجنة بابا يقال له الريان يدخل منه الصائمون يوم القيامة لا يدخل منه أحد غيرهم يقال : أين الصائمون فيقومون لا يدخل منه أحد غيرهم ، فإذا دخلوا أغلق فلم يدخل منه أحد☆ بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہا جاتا ہے۔قیامت کے دن اس میں روزہ داروں کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا۔(جب) کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں تو وہ کھڑے ہوجائیں گے ان میں کوئی اور شامل نہیں ہوگا۔جب وہ اس میں داخل ہوجائیں گے تو اس دروازہ کو بند کردیا جائے گا۔پھر اس میں کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔(متفق علیہ)

۲۔سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا☆من أنفق زوجين في سبيل الله ، نودي من أبواب الجنة: يا عبدالله هذا خير ، فمن كان من أهل الصلاة دعي من باب الصلاة ، ومن كان من أهل الجهاد دعي من باب الجهاد ، ومن كان من أهل الصيام دعي من باب الريان ، ومن كان من أهل الصدقة دعي من باب الصدقة ، فقال أبوبكرؓ : بأبي أنت أمي يا رسول الله ، ما على من دعي من تلك الأبواب من ضرورة ،

فهل يدعى أحد من تلك الأبواب كلها قال: نعم وأرجو أن تكون منهم ☆ جس نے اللہ کے راستے میں جوڑا جوڑا خرچ کیا اس کو جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی اے اللہ کے بندے! یہ بہتر ہے پس جو کوئی اہل نماز میں سے ہوگا اسے نماز والے دروازے سے آواز آئے گی۔ اور جو کوئی اہل جہاد میں سے ہوگا اسے جہاد والے دروازے سے آواز آئے گی۔ جو کوئی اہل صیام میں سے ہوگا اسے ریان دروازے سے آواز آئے گی۔ جو کوئی اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے صدقہ والے دروازے سے آواز آئے گی۔ ابوبکرؓ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ان کو تو ان کے اعمال کی وجہ سے ان دروازوں سے پکارا جائے گا۔ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کو تمام دروازوں سے پکارا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہونگے۔ (متفق علیہ)

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ☆ الصلوات الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان، مكفرات لما بينهن إذا اجتنب الكبائر ☆ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کبیرہ گناہوں سے بچا جائے تو پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان گناہوں کا کفارہ ہیں۔ (صحیح مسلم)

۴۔ سیدنا حذیفہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ☆ فتنة الرجل في أهله وماله وجاره تكفرها الصلاة والصيام والصدقة ☆ آدمی کے اہل، مال اور ہمسایہ کے فتنہ سے نماز، روزہ اور صدقہ کفارہ ہیں۔ (متفق علیہ)

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا☆من صام رمضان إيمانا وإحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه☆ جس نے ایمان کی حالت میں اللہ سے اجر کی امید کرتے ہوئے روزے رکھے اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (متفق علیہ)

۶۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا☆إذا دخل شهر رمضان فتحت أبواب السماء وغلقت أبواب جهنم وصفدت الشياطين☆ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا☆قال الله عزوجل : كل عمل ابن آدم له إلا الصيام فإنه لي وأنا أجزى به ، والصيام جنة ، و إذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب ، فإن سابه أحد ، أو قاتله فليقل إني امرؤ صائم ، والذي نفس محمد بيده لخلوف فم الصائم أطيب عندالله من ريح المسك ، للصائم فرحتان يفرحهما إذا أفطر فرح وإذا لقي ربه فرح بصومه☆ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: روزہ کے علاوہ ابن آدم کے تمام اعمال اس کے لئے ہیں۔ اور روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا۔ روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہو تو وہ کوئی گناہ کا کام نہ کرے اور نہ جھگڑا و شور شرابہ کرے۔ اگر کوئی

دوسرا اس سے زبان درازی کرے تو اسے کہے میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک تو جب روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری جب اپنے رب سے ملے گا (تو روزہ کی وجہ سے نصیب ہوگی) (بخاری)

یہ حدیث ان عظیم احادیث میں سے ہے جو روزے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس میں روزے کے چار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔ روزہ داروں کو بے حد وحساب اجر سے نوازا جائے گا کیونکہ روزہ کا تعلق صبر سے ہے اور صبر کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب ﴾ (الزمر ۱۰) صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ان کے لئے کوئی وزن اور پیمانہ نہیں ہوگا بلکہ (بغیر گنتی و وزن کے) چلو بھر بھر کر دیئے جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ۸۹/۷)

۲۔ اللہ تعالی نے تمام امور میں سے صرف روزوں کی نسبت اپنی طرف کی ہے پس اس کی فضیلت کے لئے یہ نسبت ہی کافی ہے۔ روزہ اللہ اور بندہ کے درمیان ایک راز ہے جس پر اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہو سکتا اور یہ ایسا پوشیدہ عمل ہے جس کو مخلوق دیکھ نہیں سکتی اور نہ اس میں ریاء داخل ہو سکتی ہے۔

۳۔ روزہ دار جب اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہو جائے

گا۔ کیونکہ وہ اس کے اجر وثواب کو دیکھ لے گا جو اللہ تعالیٰ نے روزہ کی قبولیت کے بعد اسے عطا کیا ہوگا۔ اور افطار کے وقت خوشی ایک عبادت کے مکمل اور مفسدات سے محفوظ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ ایک اچھی صفت ہے۔

۴۔ روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک کستوری سے بہتر ہے جو کہ اعمال کے ثواب کے وقت قیامت کے دن ہوگی ۔ کیونکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے (أطیب عنداللہ یوم القیامة) کے الفاظ کہے ہیں۔ یہ ہوا اگرچہ دنیا میں لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہے لیکن اللہ کے نزدیک کستوری سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے ہے۔

لیکن یہ تمام فضائل صرف اس آدمی کے لئے ہیں جو خالصتاً اللہ کے لئے کھانے پینے ،نکاح (جماع) کرنے ،حرام بات سننے ،حرام چیز کو دیکھنے اور حرام مال کمانے سے بچے۔ اس کے اعضاء گناہوں سے اور اس کی زبان جھوٹ اور بدگوئی سے محفوظ رہے۔ تو یہ ایسا روزہ ہے جس پر ثواب عظیم مرتب ہوتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للہ حاجة فی أن یدع طعامه وشرابه☆ جو شخص جھوٹی بات اور جھوٹا عمل نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا ، پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔ (صحیح بخاری)

سیدنا ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆رب صائم حظه من صیامه الجوع والعطش ورب قائم حظه من قیامه السهر ☆ کتنے ہی

روزہ دار ہیں جن کو روزے سے صرف بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ اور کتنے ہی رات کو قیام کرنے والے ہیں جنکو جاگنے کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

(صحیح سنن ابن ماجہ)

☆☆☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (5)﴾

﴿روزہ کے مشروع ہونے کی حکمتیں﴾

روزے عظیم حکمتوں کے لئے فرض کئے گئے ہیں جن میں سے بہت کم حکمتوں سے ہم واقف ہیں جبکہ اکثر ہم سے مخفی رہتی ہیں۔ ان حکمتوں میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

ا۔ خالص اللہ کے لئے عبادت کرنا اور اس کے مطیع ہونا۔

روزے بالاتفاق ارکان اسلام میں سے ایک ہیں پس اسلام، جس میں عبادت کی تمام اقسام پائی جاتی ہیں روزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عبادت پسندیدہ چیز کے خرچ کرنے یا پسندیدہ چیز سے رک جانے کا نام ہے جو کہ روزے میں پائی جاتی ہیں۔ یا پھر کسی کام میں اپنے آپ کو کھپا دینے کا نام ہے جو نماز میں پائی جاتی ہیں۔

۲۔ روزہ انسان کو تقوی کی تربیت دیتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ لعلكم تتقون ﴾ (البقرة ۱۸۳) تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔ جب انسان فرض یا نفل روزے رکھتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ کھانا پینا حرام ہے حالانکہ اصلا یہ چیزیں اس کے لئے جائز تھیں۔ اب چونکہ وہ اللہ کے وعدہ کو پورا کر رہا ہے اور اس سے ثواب کے حصول کا متمنی ہے تو اس کے لئے ہر قسم کے گناہوں سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر وہ کھانا، پینا جو کہ اصلا اس کے لئے جائز ہے کو چھوڑ دے اور غیبت، چغلی اور جھوٹی گواہی کو ترک نہ کرے تو اس کے روزہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة في أن یدع طعامه وشرابه☆ جوکوئی جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری)

حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو جھوٹی بات اور اس پر عمل ترک کردے اور کھاتا پیتا رہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے روزے اس لئے فرض نہیں کیے کہ تمھارا کھانا پینا بند کردے بلکہ اللہ تعالی نے روزے اس لئے فرض کیے ہیں کہ تم جھوٹی بات اور اس پر عمل کو چھوڑنے کی تربیت حاصل کرلو۔ پس اگر کوئی جھوٹی بات اور اس پر عمل نہیں چھوڑتا تو اس کا روزہ کیا ہوا۔ یعنی اگر روزہ ہم میں یہ خصلت پیدا نہ کرسکے تو ہمارے روزے ﴿ تتقون ﴾ کی صفت سے عاری نظر آتے ہیں۔

پس روزہ انسان کو تقوی پیدا کرنے اور تمام محرمات مثلا: غیبت، بدکلامی، بہتان وغیرہ جیسے برے اخلاق کو چھوڑنے کی تربیت دیتا ہے جو فرد اور معاشرے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

۳۔ روزہ انسان کو قوت ارادی اور صبر کی تربیت دیتا ہے۔

روزے کے ناموں میں سے ایک نام صبر بھی ہے۔ اسی لئے رمضان کو صبر کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ روزہ میں صبر کی تینوں اقسام پائی جاتی ہیں...... اللہ کی اطاعت پر صبر...... اللہ کی معصیت سے صبر...... اور اللہ کی طرف سے آنے والی تکلیف دہ تقدیر پر صبر۔ (توضیح الأحکام للبسام ۳/۴۴۰)

۴۔ روزہ خواہشات کو توڑتا ہے۔

جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء☆ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کے پاس طاقت ہے وہ شادی کرے اور جو طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ خواہشات کو توڑتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مذکورہ روایت سے واضح ہوا کہ روزہ خواہشات سے انسان کا دفاع کرتا ہے۔

۵۔ روزہ اخلاقی تربیت کرتا ہے۔

روزہ ایک ایسا مدرسہ ہے جس میں ایک مسلمان نیکی، احسان، خرچ کرنا، تعاون کرنا، مشقت برداشت کرنا اور دوسروں سے محبت کرنا جیسے عظیم اخلاق سیکھتا ہے۔ روزہ کی حالت میں انسان اپنے آپ کا نگران اور چوکیدار بن جاتا ہے تا کہ اس سے شریعت کی مخالفت صادر نہ ہو۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روزہ ظاہری اعضاء اور باطنی قوت پر عظیم تاثیر رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے فاسد مواد کو جو انسان پر اپنے فساد کی وجہ سے غالب آ سکتے ہیں، ختم کرنے کی بھرپور قوتوں رکھتا ہے۔ (زاد المعاد ۲/ ۲۷)

۶۔ روزہ کے انسانی نفس پر مترتب آثار۔

روزہ کے نفس پر مترتب آثار بہت زیادہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اطباء بدن پر روزے کے اثرات کو دیکھتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ

روزہ ازخود مستقل ایک علاج ہے۔

۷۔روزہ امت اسلامیہ کی وحدت کا مظہر ہے۔

روزہ،روزہ دار معاشروں میں ہدف،شعور،اورضمیر کے اتحاد کا مظہر ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (6)﴾

﴿رمضان کے روزے فرض ہونے کی شرائط﴾

رمضان کے روزے فرض ہونے کی کئی شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ا۔اسلام:

روزے کے صحیح ہونے کے لئے اسلام شرط ہے کیونکہ روزے کے وجوب پر دلالت کرنے والی نصوص کے مخاطب صرف مسلمان ہیں۔ اس لئے کافر کے روزہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ تمام عبادات کا یہی حکم ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ ومامنعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلوة إلا وهم كسالى ولاينفقون إلا وهم كارهون ﴾ (التوبة ۵۴) کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوانہیں کہ یہ اللہ اور اسکے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔

پس جب خیرات وغیرہ کافر سے قبول نہیں، تو باقی عبادات بالاَولیٰ قبول نہیں ہوں گی۔اور علماء کا اتفاق ہے کہ اسلام روزے کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔

(القوانین الفقہیہ ۸۶)

۲۔بالغ ہونا:

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: ہر بالغ پر خواہ مرد ہو یا عورت روزہ رکھنا فرض ہے۔اسکے دلائل درج ذیل ہیں۔

☆:سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆رفع القلم عن ثلاثة : عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفيق ، وعن النائم حتى يستيقظ ، وعن الصبي حتى يحتلم☆ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا جاتا ہے۔ مجنون جو بے عقل ہو یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔اور سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔اور بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔(صحیح ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ)

☆:علماء بالغ آدمی پر روزے کے وجوب میں متفق ہیں۔(مراتب الإجماع ۳۹، المغنی ۴/۵۱۳)

دوسری وجہ: علامات بلوغت درج ذیل ہیں۔(ان میں سے کوئی ایک بھی ثابت ہوجائے تو اسے بالغ ہی خیال کیا جائے گا)

......عمر پندرہ سال ہو جائے۔

......احتلام وغیرہ سے منی کا انزال ہو جائے۔

......زیر ناف بال اگ آئیں۔

......اگر عورت ہو تو اس کو حیض آ جائے۔

تیسری وجہ: چھوٹے بچے پر روزہ فرض تو نہیں ہے۔لیکن کیا اس کا روزہ صحیح ہوگا یا نہیں۔ اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ بچے کا روزہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک وہ ممیز

نہ ہو۔ لیکن اس کے ولی کو چاہیئے کہ اگر بچہ طاقت رکھتا ہو تو اس کو روزہ رکھنے کا حکم دے نہ کہ رغبت وقدرت کے باوجود اس کو روکا جائے۔ بلکہ ولی کو تو چاہیے کہ بچے کو روزہ رکھنے کی ترغیب دے تا کہ بچہ اسلامی تعلیم اور شعائر پر پروان چڑھے۔ اس کی دلیل حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں: ☆أرسل رسول الله ﷺ غداة عاشوراء إلى قرى الأنصار التي حول المدينة ، من كان أصبح صائما فليتم صومه ، ومن كان أصبح مفطرا فليتم بقية صومه ، فكنا بعد ذلك نصومه و نصوم صبياننا الصغار منهم إن شاء الله ، ونذهب إلى المسجد فنجعل لهم اللعبة من العهن ، فإذا بكى أحدهم على الطعام أعطيناه أياه عند الإفطار ☆ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اردگرد انصاری بستیوں میں عاشوراء کی صبح پیغام بھیجا کہ جس نے صبح سے روزہ رکھا ہو وہ اس کو پورا کرے اور جس نے صبح کچھ کھا پی لیا ہو تو وہ بقیہ دن کا روزہ پورا کرے۔ (حضرت ربیع رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں) ہم اس کے بعد خود بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتی تھیں۔ ہم مسجد جاتیں تو ان کو روئی کا کھلونا بنا کر دے دیتی تھیں اور اگر کوئی بچہ افطاری کے قریب کھانے کی وجہ سے روتا تو ہم اس کو وہی کھلونا تھما دیتی تھیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ☆ مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين ، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر ، وفرقوا بينهم في المضاجع ☆ جب تمہارے بچے سات برس کے ہو جائیں تو

انہیں نماز کا حکم دو اور ان کے بستر الگ کر دو۔ (حسن صحیح ابوداؤد)

امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے۔ جب بچے میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس کو حکماً روزہ رکھوایا جائے گا۔ اور کوتاہی کرے تو سختی کی جائے گی تاکہ اس کی تربیت ہو سکے۔

سوال: اگر معلوم ہو جائے کہ بچہ کل جوان ہو جائے گا تو اس کا حکم کیا ہے؟

روزہ رکھنا اس کے لئے ضروری نہیں کیونکہ وہ مکلّف نہیں لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اثناء دن وہ بالغ ہو گیا تو اس کو نیت کر کے کھانے پینے سے رک جانا چاہیے۔ اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ (مجموع الفتاوی ۲۵/ ۱۰۹)

۳۔ عاقل ہونا:

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: عاقل شخص پر روزہ فرض ہے۔

اسکی پہلی دلیل: اس کی دلیل سیدنا علیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ رفع القلم عن ثلاثة : عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق ، وعن النائم حتی یستیقظ ، وعن الصبی حتی یحتلم ☆ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ مجنون جو بے عقل ہو یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ اور سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔ اور بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ (صحیح ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

پس عقل کھونے والا خواہ پاگل ہو، نیم پاگل ہو یا ایسا بوڑھا ہو کہ تمیز کھو بیٹھا ہو الغرض ہر وہ شخص جو صاحب عقل نہ رہے وہ مکلّف نہیں ہے۔ اور اس کا روزہ صحیح نہیں ہو

گا۔ کیونکہ روزہ کے لئے نیت شرط ہے اور غیر عاقل کی نیت درست نہیں ہو سکتی۔ اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ عقل روزوں کے وجوب کے لئے شرط ہے اور مجنون کا روزہ صحیح نہیں ہے۔ (الإقناع فی مسائل الإجماع ۱/۱۲۶)

دوسری وجہ: مجنون، بے ہوش اور سونے والے کے مابین فرق ہے۔ سونے والے کا روزہ تو صحیح ہے مثلاً کسی شخص نے روزے کی نیت کر لی اور پھر سارا دن سویا رہا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ جبکہ بے ہوش کی تین حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: اگر ایک آدمی نے نیت کر لی پھر بے ہوش ہو گیا اور پورے دن میں کسی بھی وقت ہوش میں آ گیا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ ایسے شخص کو مجنون کی بجائے سونے والے پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ بے ہوشی ایک ناگہانی معاملہ ہے جو کہ بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے جو غالباً لمبا عرصہ انسان کے ساتھ نہیں رہتی۔

دوسری حالت: آدمی نے رات کو روزہ کی نیت کی پھر وہ بے ہوش ہو گیا اور سورج غروب ہونے کے بعد ہوش میں آیا تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف ، قال الله عز وجل : إلا الصوم فإنه لي و أنا أجزي به ، يدع شهوته وطعامه من أجلي ، للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ولخلوف فيه أطيب عند الله من ريح المسك ☆ ابن آدم کی ہر نیکی دس سے لیکر سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: سوائے روزہ کے! کیونکہ روزہ میرے

لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اس لئے کہ (روزہ دار) خواہشات اور کھانا صرف میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت۔ روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں خواہشات اور کھانا، پینا چھوڑنے کو روزہ کہا گیا ہے۔ جبکہ بے ہوش آدمی جان بوجھ کر کھانا پینا نہیں چھوڑتا۔

اسکی دوسری دلیل: ارادہ سے خارج عارضہ کے بسبب روزے کی نیت کا نہ پایا جانا جنون ہی کی طرح ہے۔

(اب اس مسئلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ) ایسے بے ہوش آدمی پر قضاء واجب ہے یا نہیں۔

جی ہاں: قضاء کرنے میں ہی احتیاط ہے۔

تیسری حالت: انسان ایسی بے ہوشی کی نذر ہو جائے کہ وہ مہینہ یا اس سے زیادہ بے ہوش رہتا ہے جیسا کہ آجکل طبی آلات کے ذریعے دیکھنے میں آیا ہے۔ تو یہ جنون ہی کی ایک شکل ہے۔ مگر بعد میں ایسے شخص کو قضاء کا مکلّف ٹھرانا درست نہیں۔ کیونکہ یہ اس کے لئے مشقت کا باعث ہے اور شریعت اسلامیہ رفع حرج اور دفع مشقت پر مبنی ہے۔

تیسری وجہ: جنون کی کئی حالتیں ہیں جنکو الگ الگ بیان کرنا زیادہ بہتر ہے۔

پہلی حالت: اگر آدمی مکمل دن جنون کی حالت میں رہا تو اس کا روزہ صحیح نہیں اور نہ ہی

اس کی قضاء ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اس پر روزہ فرض ہی نہیں۔

دوسری حالت: اگر آدمی نے روزہ رکھ لیا پھر دن کا کچھ حصہ جنون کی حالت میں رہا تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ کیونکہ دن کے کچھ حصہ میں عقل کا زائل ہو جانا روزہ کے صحیح ہونے میں مانع نہیں ہے۔ جیسا کہ سونا یا تھوڑی دیر کے لئے بیہوش ہونا۔

تیسری حالت: اگر شروع دن میں پاگل ہو گیا لیکن دن کے آخر حصہ میں ٹھیک ہو گیا تو اس کا روزہ بھی درست ہے۔

چوتھی حالت: اگر پورا مہینہ جنون کی حالت میں رہا اور کسی وقت بھی افاقہ نہیں ہوا تو اس پر قضاء نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت مکلّف ہی نہ تھا۔

۴۔ روزہ رکھنے کی طاقت رکھنا۔

یہ شرط ادا ہے۔ کیونکہ اگر کسی کے پاس روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو اور وہ عاقل بالغ مسلمان ہو تو اس پر روزہ تو فرض ہے لیکن اس بات میں رخصت ہے کہ وہ رمضان میں چاہے تو نہ رکھے لیکن بعد میں قضا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کی طاقت کا ہونا شرط ادا ہے نہ کہ شرط وجوب۔

اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روزہ میں طاقت کا ہونا شرط ہے۔ (بدایۃ المجتہد ۱/۲۸۳)

عنقریب انشاء اللہ عاجز کے احکام بھی آئیں گے۔

۵۔ موانع سے خالی ہونا۔

یہ عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ لہذا حیض اور نفاس والی عوتوں پر روزہ لازم نہیں ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ ☆ أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم ☆ کیا ایسا نہیں ہے کہ جب وہ حیض والی ہو تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ (صحیح بخاری)

اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسی حالت میں خاتون کا روزہ درست نہیں ہوگا۔ بلکہ اس پر قضاء لازم ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (7)﴾

﴿ارکان روزہ﴾

روزہ کے چار ارکان ہیں جو درج ذیل ہیں۔

پہلا رکن: نیت: اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: نیت روزہ میں ویسے ہی شرط ہے جیسا کہ تمام عبادات واعمال میں۔ اسکے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ وما أمروا إلا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء و یقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ وذلک دین القیمۃ ﴾ (البینۃ ۵) انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھتے ہوئے تمام دینوں کو چھوڑ کر یک طرف ہونے والے۔ اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں۔ یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔

۲۔ سیدنا عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ☆ إنما الأعمال بالنیات و إنما لکل امرئ ما نوی..... ☆ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ (متفق علیہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مقصود بالذات عبادات مثلاً: نماز، روزہ، حج وغیرہ نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں۔ (مجموع الفتاوی ۱۰۱/۲۵)

دوسری وجہ: نیت کی تعیین

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ ہر عمل کے پیچھے نیت کارفرما ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر معلوم ہو جائے کہ کل رمضان ہے تو اس وقت نیت کی تعیین ضروری ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کل رمضان ہے یا نہیں تو تعیین ضروری نہیں۔ (مجموع الفتاوی ۲/۴۵۵)

تیسری وجہ: روزے میں نیت کی تقسیم دو طرح ہوتی ہے۔

پہلی قسم: فرض روزے کی نیت۔

یعنی اگر رمضان شروع ہوتے ہی نیت کر لی تو وہ بقیہ مہینہ بھر کے لئے کافی ہوگی۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

سیدنا عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ☆إنما الأعمال بالنيات و إنما لكل امرئ ما نوى ☆ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ (متفق علیہ)

اور سیدہ حفصہؓ کی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من لم يبيت الصيام قبل الفجر فلا صيام له ☆ جس نے قبل از فجر روزہ کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں۔ (صحیح سنن النسائی)

کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا جس نے سفر یا بیماری کی وجہ سے روزے چھوڑے ہوں۔

علماء نے روزہ کو نماز پر قیاس کیا ہے کیونکہ نماز کے لئے ایک ہی نیت کافی ہے۔ یاد

رہے یہ صرف فرض روزوں میں اس وقت ہے جب وہ مسلسل ہوں۔ اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے رہ گئے ہوں تو ان میں تجدید نیت ضروری ہے۔

دوسری قسم: نفل روزے کی نیت

نفلی روزے میں رات کو نیت کرنا شرط نہیں بلکہ دن کے وقت کی ہوئی نیت بھی صحیح ہوگی بشرطیکہ طلوع فجر سے لیکر اس وقت تک روزہ توڑنے والا کوئی عمل نہ کیا ہو۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: ☆دخل علی النبی ﷺ ذات یوم فقال: هل عندكم شئ فقلنا: لا، قال: فإني صائم، ثم أتانا يوما آخر فقلنا يارسول الله: أهدى لنا حيس، فقال: أرينيه فلقد أصبحت صائما فأكل☆ ایک دن نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے کیا تمھارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟ ہم نے کہا: نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تو میں پھر روزہ دار ہوں۔ پھر ایک دن ایسے ہی آپ تشریف لائے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں آج حلوہ بطور ہدیہ ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ، میں نے تو آج صبح روزہ رکھا تھا۔ پھر آپ نے وہ حلوہ تناول فرما لیا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

ویسے بھی نفل فرض سے کم درجہ رکھتے ہیں۔ نفل نماز میں قدرت کے باوجود قیام کو ترک کرنا جائز ہے جبکہ فرائض میں جائز نہیں۔

یہاں دو مسائل کی وضاحت ضروری ہے

مسئلہ نمبر ا: نیت کا وقت کب ختم ہوتا ہے۔

(نفلی روزہ کی) نیت کی چونکہ کوئی حد نہیں ہے اس لئے نیت زوال سے قبل اور بعد صحیح ہوگی۔ اس کی دلیل ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت ہے آپؓ بیان فرماتی ہیں: ☆دخل علی النبی ﷺ ذات یوم فقال: هل عندكم شيء فقلنا: لا، قال: فإني صائم، ثم أتانا يوما آخر فقلنا يارسول الله: أهدى لنا حيس، فقال: أرينيه فلقد أصبحت صائما فأكل☆ ایک دن نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے کیا تمھارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟ ہم نے کہا: نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تو میں پھر روزہ دار ہوں۔ پھر ایک دن ایسے ہی آپ تشریف لائے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں آج حلوہ بطور ہدیہ ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ، میں نے تو آج صبح روزہ رکھا تھا۔ پھر آپ نے وہ حلوہ تناول فرمالیا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

حدیث مطلق وارد ہوئی ہے۔ زوال سے قبل اور بعد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ (لہذا کسی بھی وقت نیت کرلی جائے درست ہے۔)

مسئلہ نمبر ۲: کیا اجر وثواب شروع دن سے ہوگا یا بوقت نیت سے۔

اللہ کے فضل سے ثواب شروع دن سے ہی ملے گا۔ اس کے دلائل یہ ہے۔

......دن کے کچھ حصہ کا روزہ درست نہیں ہے۔

......روزہ دار نے شروع دن سے ہی کچھ کھایا، پیا نہیں تو جب سے وہ اس حالت میں ہے اس وقت سے اجر بھی شروع ہے۔

چوتھی وجہ: جب روزے کی فرضیت کا علم دن کے وقت ہو تو کیا اس وقت نیت کر لی جائے یا قضاء لازم آئے گی

اگر دن کے وقت بھی روزہ کا وجوب ثابت ہو جائے تو نیت کر لی جائے گی اور وہ نیت صحیح ہو گی۔ حتی کہ اگر اس نے علم ہونے سے قبل کھا پی لیا اور بعد میں علم ہونے کے بعد اس نے نیت کر لی تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ اس کی دلیل سیدنا سلمہ بن اکوع کی روایت ہے کہ ☆أمر النبی ﷺ رجلا من أسلم أن أذن فی الناس أن من کان أکل فلیصم بقیة یومه ومن لم یکن أکل فلیصم ، فإن الیوم یوم عاشوراء☆ نبی ﷺ نے اسلم قبیلہ کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ جس نے کچھ کھا، پی لیا ہے وہ بقیہ دن کا روزہ پورا کرے اور جس نے نہیں کھایا وہ بھی روزہ مکمل کرے۔ کیونکہ آج یوم عاشوراء ہے۔ (متفق علیہ)

شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض تھا۔

دوسرا رکن

روزہ توڑنے والی چیزوں سے اجتناب کرنا

روزہ دار پر فرض ہے کہ وہ روزہ توڑنے والی چیزوں مثلاً کھانا، پینا، جماع وغیرہ سے مکمل اجتناب کرے۔ اس پر تفصیلی بحث انشاءاللہ عنقریب آئے گی۔

تیسرا رکن

روزہ کا دورانیہ

اس پر کئی وجوہ سے بات ہو گی۔

پہلی وجہ: شرعی روزہ۔

نیت کر کے صبح صادق سے لیکر غروب شمس تک تمام روزہ توڑنے والی اشیاء مثلاً کھانا، پینا، جماع وغیرہ سے رکے رہنے کا نام ہے۔ جبکہ تمام رات یہ چیزیں جائز اور حلال ہوتی ہیں۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر ثم أتموا الصیام إلی اللیل ﴾ البقرة (۱۸۷) تم کھاتے، پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

یہاں سیاہ وسفید دھاگے سے مراد رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی ہے۔ اللہ تعالی نے ایسی آسان چیز کے ساتھ حکم کو معلق کیا ہے جس کو ہر ایک بآسانی پہچان لیتا ہے۔ اور کسی حساب وقیاسِ فلکی کا محتاج نہیں رہتا۔ اور یہ ایسی واضح علامت ہے جو تعلیم وتعلم کی محتاج نہیں ہے۔

سیدنا عدی بن حاتمؓ بیان فرماتے ہیں جب یہ آیت ﴿ حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود ﴾ نازل ہوئی تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے تکیہ کے نیچے سیاہ اور سفید دو رسیاں رکھتا ہوں اور ان سے رات سے دن کو پہچانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ☆إن وسادتك لعريض، إنما هو سواد الليل و بياض النهار☆ تیرا تکیہ تو پھر بہت چوڑا ہے۔ اس سے مراد تو رات کی سیاہی اور دن کی روشنی ہے۔ (بخاری ومسلم)

سیدنا عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ إذا أقبل الليل من ها هنا وأدبر النهار من ها هنا و غربت الشمس فقد أفطر الصائم ☆ جب رات ادھر سے نمودار ہو جائے اور دن ادھر چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار اس وقت افطار کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

تنبیہ: فجر صادق کی فجر کاذب سے تمیز تین طرح ہوتی ہے۔

۱۔ فجر صادق افق پر چوڑائی کے بل یعنی شمال سے جنوب کی طرف ہوتی ہے جبکہ صبح کاذب لمبی یعنی مشرق سے مغرب کی طرف ہوتی ہے۔

۲۔ فجر صادق کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا بلکہ بتدریج روشنی بڑھتی رہتی ہے جبکہ فجر کاذب کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔

۳۔ فجر صادق کی روشنی افق کے ساتھ متصل رہتی ہے۔ جبکہ صبح کاذب کی روشنی پر فوراً اندھیرا قابو پالیتا ہے۔

دوسری وجہ: کھانا پینا چھوڑنے کا وقت۔

فجر صادق کے طلوع ہوتے ہی کھانے پینے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ابتداء روزہ میں چند ایسے مسائل ہیں جن کی وضاحت ضروری ہے۔

مسئلہ نمبر ا: اگر کسی کو طلوع فجر میں شک ہو تو کیا وہ کھا پی سکتا ہے یا نہیں۔

جی ہاں، وہ بلا کراہت کھا پی سکتا ہے۔ اسکی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل ﴾ البقرة (۱۸۷)

تم کھاتے، پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔
پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

اللہ تعالی نے اس وقت تک کھانے پینے کو مباح قرار دیا ہے جب تک سفیدی سیاہی سے ممتاز نہیں ہو جاتی۔ اس آدمی کو کیونکہ شک ہے یعنی اس کے لئے واضح نہیں لہذا کھانا، پینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲: اگر ایک آدمی نے اس شک میں کھا پی لیا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی بعد میں واضح ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ تو کیا اس پر قضاء لازم ہے یا نہیں۔

اس پر قضاء لازم نہیں۔ اس کی دلیل بھی اللہ کا گزشتہ فرمان ہے اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل ﴾ البقرة (١٨٧)

تم کھاتے، پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔
پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے فرماتے ہیں: احل الله لك الشراب ما شككت حتى لا تشك: جب تک تو شک میں ہو تو اللہ تعالی نے تیرے لئے پینا جائز قرار دیا ہے یہاں تک کہ تیرا شک دور ہو جائے۔ (مصنف عبدالرزاق ۴/۱۷۲)

یہ قاعدہ ہے کہ: ما ترتب على المأذون غير مضمون جو مسئلہ اجازت والی چیز پر مترتب ہو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ (مجموع الفتاوی، الشرح الممتع)

اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ دراصل کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے۔ اس کی تین

صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: آدمی کو واضح ہو کہ اس نے طلوع فجر سے پہلے کھایا، پیا ہے۔ تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اس پر قضاء نہیں۔

دوسری صورت: جب آدمی کے لئے واضح نہ ہو کہ اس نے طلوع فجر سے پہلے کھایا ہے یا بعد میں۔ تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ رات باقی ہے۔

تیسری صورت: آدمی کو واضح ہو کہ فجر طلوع ہو رہی ہے اور وہ فجر طلوع ہوتے ہوتے کھالیتا ہے تو اس صورت میں بھی راجح قول یہی ہے کہ آس پر قضاء نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳: جب آدمی کا ظن غالب یہ ہو کہ فجر طلوع ہو چکی ہے تو کیا وہ کھا پی سکتا ہے۔ جب یقین نہیں ہے تو کھا پی سکتا ہے۔ (ایسی صورت میں تحقیق کرنا ضروری ہے۔)

مسئلہ نمبر ۴: سحری کا وقت۔

سحری کا وقت آخر رات میں ہوتا ہے۔ اس کی دلیل سیدنا انسؓ کی روایت ہے وہ حضرت زید بن ثابتؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ☆تسحرنا مع النبی ﷺ ثم قام إلی الصلاۃ قلت: کم کان بین الأذان والسحور قال: قدر خمسین آیۃ☆ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ نماز کے لیئے کھڑے ہوئے۔ میں نے دریافت کیا سحری اور اذان میں کتنا فرق تھا؟ کہنے لگے جتنی دیر میں آدمی پچاس آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری)

تیسری وجہ: روزہ کب افطار ہوگا؟

روزہ دار سورج کے غروب ہو جانے کے بعد اور نماز مغرب سے قبل روزہ افطار کرے

گا۔ اسکی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ ثم أتموا الصيام إلى الليل ﴾ البقرة (۱۸۷) پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

اور سیدنا عمر بن خطابؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆إذا أقبل الليل من ههنا و أدبر النهار من ههنا و غربت الشمس فقد أفطر الصائم☆ جب رات یہاں سے نمودار ہو جائے اور دن یہاں اختتام پذیر ہو جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ افطار کر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

روزہ کے اختتام پر کچھ ایسے مسائل ہیں جن کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔

مسئلہ نمبر۱: اگر کسی کو سورج غروب ہونے میں شک ہو اور وہ کھا پی لے تو کیا حکم ہے۔

ایسے کرنا حرام ہے جائز نہیں کیونکہ اصل دن کا باقی ہونا ہے۔ اس مسئلہ کی تین حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: اگر واضح ہو جائے کہ اس نے غروب شمس سے پہلے کھا لیا ہے تو اس پر قضاء لازم ہے کیونکہ اس وقت میں اس کے لئے کھانا جائز نہیں۔

دوسری حالت: اگر کسی نے کھا لیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے سورج غروب ہونے کے بعد کھایا ہے تو اسکا حکم کیا ہے؟

اس پر قضاء نہیں کیونکہ اس نے اپنا روزہ مکمل کر لیا۔

تیسری حالت: آدمی کے لئے کچھ بھی واضح نہ ہو سکے تو پھر اس پر قضاء لازم ہے کیونکہ اصل دن کا باقی ہونا ہے۔

مسئلہ نمبر۲: جب آدمی کا ظن غالب یہ ہو کہ سورج غروب ہو گیا ہے تو کیا وہ کھا پی سکتا

ہے؟

جی ہاں ۔ وہ کھا پی سکتا ہے ۔ اس کی دلیل حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی روایت ہے ۔ فرماتی ہیں: ☆أفطرنا علی عهد النبی ﷺ یوم غیم ثم طلعت الشمس ☆ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں بادلوں کے دن روزہ افطار کر لیا پھر سورج نکل آیا ۔ (صحیح بخاری)

مسئلہ نمبر ۳: جب کسی آدمی کو (حتی الوسع کوشش کے بعد سورج غروب ہونے کا یقین ہو جائے اور وہ روزہ افطار کرلے لیکن بعد میں) واضح ہو جائے کہ اس نے غروب شمس سے قبل افطار کر لیا ہے تو اس پر قضاء ہے یا نہیں ۔

اس مسئلہ میں بھی تین صورتیں ہیں ۔

پہلی صورت: اگر اسے واضح ہو کہ اس نے سورج غروب ہونے کے بعد کھایا پیا ہے تو اس پر قضاء نہیں ہے ۔

دوسری صورت: اگر کچھ بھی واضح نہیں ہوا تو پھر بھی قضاء نہیں ہے ۔

تیسری صورت: آدمی کو یقین تھا کہ سورج غروب ہو گیا ہے اس نے افطار کر لیا لیکن اسے بعد میں واضح ہو جائے کہ سورج غروب نہیں ہوا تو کیا اس پر قضاء لازم ہے؟

نہیں اس پر قضاء لازم نہیں ۔ اس کا روزہ صحیح ہے اس کی دلیل حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت ہے ۔ فرماتی ہیں: ☆أفطرنا علی عهد النبی ﷺ یوم غیم ثم طلعت الشمس ☆ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں بادلوں کے دن روزہ افطار کر لیا پھر سورج نکل آیا ۔ (صحیح بخاری)

اگر قضاء واجب ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسکا حکم ضرور دیتے۔ (مجموع الفتاوی، الشرح الممتع)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت دو چیزوں پر دلالت کرتی ہے: جب غروب کا یقین ہو جائے تو بادلوں کی وجہ سے تاخیر مستحب نہیں ہے۔ اسی لئے انہوں نے تاخیر نہیں کی۔ اور نبی ﷺ نے انہیں (قضاء) کا حکم بھی نہیں دیا جبکہ صحابہ بعد میں آنے والے لوگوں کی نسبت اللہ اور اسکے رسول کی زیادہ اطاعت کرنے والے تھے۔ (مجموع الفتاوی)

سوال: اگر ایک شخص جہاز میں سوار ہو اور اسے سورج نظر آ رہا ہو جبکہ نیچے شہر میں بسنے والوں کے ہاں سورج غروب ہو گیا ہے تو کیا اہل شہر افطار کر لیں گے۔

یہ سوال اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء سے یوں پوچھا گیا: ایک شخص جہاز پر سوار ہوتا ہے تو بواسطہ گھڑی یا ٹیلی فون اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے قریبی شہر والوں نے روزہ افطار کر لیا ہے تو کیا اسے بھی افطار کرنا چاہیے یا نہیں یاد رہے کہ جہاز بلند ہونے کی وجہ سے وہ سورج کو دیکھ رہا ہے۔

یا اگر کوئی شخص اہل شہر کے ساتھ افطار کرنے کے بعد جہاز میں سوار ہوتا ہے تو اس کو سورج دکھائی دینے لگ جاتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء نے جواب دیا: جب آدمی جہاز میں سوار ہوا اور اسے بواسطہ گھڑی یا ٹیلی فون اہل شہر کے افطار کا معلوم ہو جائے اور وہ خود سورج کو دیکھ رہا ہے تو اسے روزہ افطار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ ثم أتموا الصيام إلى الليل ﴾ (البقرۃ ۱۸۷) پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

جب تک وہ سورج دیکھ رہا ہے یہ غایت اس کے حق میں پوری نہیں ہوئی۔

ہاں اگر وہ اہل شہر کے ساتھ روزہ افطار کرنے کے بعد جہاز میں سوار ہوا اور اسے سورج دکھائی دینے لگا تو وہ اپنی حالت پر باقی رہے گا۔ کیونکہ اس کا حکم وہی ہے جو اہل شہر کا ہے۔ وہاں سورج غروب ہو گیا تھا لہذا اب اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

چوتھا رکن

عاقل بالغ موانع سے خالی مسلمان ہے جس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (8)﴾

﴿رمضان کے روزے کب واجب ہوتے ہیں﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾(البقرۃ ۱۸۵) تم میں سے جو بھی اس مہینے کو پالے تو وہ روزہ رکھے۔ یہ آیت مبارکہ رمضان کے روزوں کے وجوب پر نصریح دلیل ہے۔

رمضان شروع ہونے کا علم دو طرح سے ہو سکتا ہے۔

☆ رمضان کا چاند دیکھنے سے۔اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: رؤیت ہلال کی تعریف۔

حواس خمسہ میں سے آنکھ سے کسی چیز کا ادراک کرنا رویت کہلاتا ہے۔اور رؤیت ہلال کا مطلب گزشتہ مہینے کے انتیسویں یا تیسویں دن کے سورج غروب ہو جانے کے بعد آنکھ سے چاند کا مشاہدہ کرنا ہے۔ ہر وہ شخص جس کی خبر سچی اور گواہی مقبول ہو اس کے مشاہدے کے بعد خبر دینے سے دخول رمضان کا اثبات ہو جائے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے اور ایک دوسرے کو چاند دکھایا کرتے تھے۔

دوسری وجہ: رمضان کے لئے چاند کی رؤیت کو طلب کرنے کا حکم۔

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں لوگوں کا تیس شعبان کو چاند دیکھنا اور دیکھنے کو طلب کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ یہ احتیاط اور جھگڑے سے بچنے پر دلالت کرتا ہے۔(المغنی)

تیسری وجہ: جب رمضان کا چاند نظر آ جائے تو روزہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے۔

اور جب شوال کا چاند نظر آ جائے تو روزہ چھوڑنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ (البقرة ۱۸۵) تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے تو وہ روزہ رکھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے ☆إذا رأيتموه فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا ، فإن غم عليكم فاقدروا له☆ جب تم (رمضان کا) چاند دیکھ لو تو روزے رکھنا شروع کر دو اور جب تم (شوال کا) چاند دیکھ لو روزے رکھنا بند کر دو۔ اور اگر مطلع ابر آلودہ ہو جائے تو اس کی گنتی پوری کر لو۔ (بخاری ومسلم)

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆إذا رأيتموه فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا ، فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما☆ جب تم (رمضان کا) چاند دیکھ لو تو روزے رکھنا شروع کر دو اور جب تم (شوال کا) چاند دیکھ لو روزے رکھنا بند کر دو۔ اور اگر مطلع ابر آلودہ ہو جائے تو مکمل تیس دن روزے رکھو۔ (صحیح مسلم)

چوتھی وجہ: مطالع کے متفق یا متعدد ہونے میں معتبر کیا ہے؟

لغوی طور پر مطالع مطلع کی جمع ہے۔ یہ طلوع وظہور کے مقام پر بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ حتى إذا بلغ مطلع الشمس ﴾(الکهف ٩٠) یہاںتک کہ سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا۔ یعنی مشرق کی جانب آبادزمین کی انتہا تک پہنچ گیا۔ اصطلاحی معنی یہی ہے کہ مغربی جانب چاند کے طلوع ہونے کی جگہ۔

چاند کے مطالع کا اختلاف سورج ہی کی طرح مختلف ملکوں میں امرواقعی ہے لیکن کیا تمام مسلمانوں کے روزوں، عیدین اور باقی تمام مہینوں میں ایک ہی وقت کا اعتبار کیا جائے گا کہ مسلمان روزے اور عیدین میں یکساں ہوں یعنی ایک ہی وقت میں ادا کریں یانہیں۔

.....جب چاند ایک شہر یا ملک میں نظر آجائے تو پوری دنیا کے مسلمانوں پر روزے فرض نہیں ہوجاتے بلکہ صرف اسی ملک کے باشندوں پر فرض ہوتے ہیں جن کا مطلع وہی ہو۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾(البقرة ١٨٥) تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔اب جو لوگ مطالع کے اختلاف کی وجہ سے مشاہدہ نہیں کرسکے حقیقتاً ان پر روزے فرض ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزے صرف اس پر فرض کیے ہیں جو اس ماہ کا مشاہدہ کرلے۔

۲۔سیدنا کریبؓ سے روایت ہے کہ ام فضل بنت حارث نے انہیں شام میں حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا فرماتے ہیں: میں شام پہنچا اور اپنی ضرورت پوری کی میں ابھی شام میں ہی تھا کہ رمضان شروع ہوگیا۔ میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھا پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ پہنچا تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حالات

دریافت فرمائے تو چاند کا بھی ذکر ہوا تو فرمانے لگے آپ نے چاند کب دیکھا۔ میں نے بتایا ہم نے جمعہ کی رات چاند دیکھا تھا تو پوچھنے لگنے کیا تو نے خود چاند دیکھا تھا: میں نے کہا جی ہاں میں نے خود چاند دیکھا تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا۔ اس لئے تمام لوگوں نے اور حضرت معاویہ نے بھی روزہ رکھا تھا۔ کہنے لگے ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے اس لئے ہم تو تیس روزے مکمل کریں گے یا پھر ہم چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا کیا آپ کے لئے حضرت معاویہؓ کا چاند دیکھنا اور روزہ رکھنا کافی نہیں؟ کہنے لگے نہیں ہمیں نبی ﷺ نے ایسے ہی حکم دیا تھا۔ (صحیح مسلم)

۳۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے چاند دیکھ کر تمام دنیا کے مسلمانوں کو لکھا ہو (کہ روزہ آج سے ہی شروع کیا جائے)۔ یہ اختلاف مطالع کے مؤثر ہونے کی بین دلیل ہے۔

۴۔ جس طرح مسلمان ہر سحری و افطاری میں مختلف ہیں ایسے ہی مہینہ کے شروع اور اختتام میں مختلف ہونگے۔

۵۔ اس مسئلہ کو نماز کے اوقات سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ جیسے ہر علاقے میں نمازوں کے اوقات کا فرق ہے اسی طرح مہینہ کی ابتداء اور انتہاء میں بھی فرق رہے گا۔

پانچویں وجہ: چاند دیکھنے کا معتبر وقت۔

چاند دیکھنے کے معتبر وقت کو دو امور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا امر: انتیس شعبان کو سورج غروب ہونے سے پہلے چاند دیکھا جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ یعنی اس سے نہ تو روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے اور نہ ہی روزہ چھوڑنا۔ کیونکہ

اگر اس کا اعتبار کر لیا جائے تو مہینے کا اٹھائیس دنوں کا ہونا لازم آتا ہے حالانکہ یہ ہو نہیں سکتا۔

دوسرا امر: جب چاند انتیس تاریخ کو سورج غروب ہونے کے بعد دیکھا جائے تو علماء کا اتفاق ہے کہ یہ رؤیت معتبر ہوگی اور اس کی دلیل سفیان بن سلمہ کی روایت ہے۔ کہتے ہیں ہم مقام خانقین میں تھے کہ عمر بن خطابؓ کا خط موصول ہوا اس میں لکھا تھا: چاند چھوٹا بڑا ہو سکتا ہے جب تم دن کے وقت چاند دیکھو تو تم شام ہونے سے پہلے افطار نہ کرو۔ ہاں اگر دو مسلمان گواہی دے دیں کہ انہوں نے گزشتہ رات چاند دیکھا تھا تو پھر افطار جائز ہے۔ (صحیح: سنن الدار قطنی، بیہقی، التلخیص ۲/۸۱۴)

ایک دوسری روایت بھی حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: جب تم شروع دن میں چاند دیکھو تو افطار نہ کرو یہاں تک کہ دو اشخاص گواہی دے دیں کہ انہوں نے کل چاند دیکھا تھا۔ (صحیح: بیہقی، دار قطنی)

اسی طرح اگر تیس کی رات کو چاند دیکھا گیا تو اس کو گزشتہ رات پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ آئندہ دن سے اس کا اطلاق ہوگا کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک رات کی رؤیت کا اعتبار ہے۔ (التلخیص ۲/۸۱۴)

چاند کھلی آنکھ سے دیکھا جائے یا جدید آلات کی مدد سے، دونوں طرح ہی ابتداء مہینہ ثابت ہو جائے گا۔

چھٹی وجہ: رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے تعداد۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: چاند دیکھنے والے شخص کی شرائط:

پہلی شرط: مسلمان ہونا: کیونکہ کافر کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس کی دلیل عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں: ☆جاء أعرابي إلى النبي ﷺ فقال إني رأيت الهلال، قال: أتشهد أن لا إله إلا الله، أتشهد أن محمدا رسول الله، قال: نعم، قال يا بلال: أذن في الناس أن يصوموا غدا☆ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اور کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے بلال لوگوں میں اعلان کر دو کل روزہ ہوگا۔ (ضعیف ابوداود، ترمذی، النسائی)

(کافر کی بات) اس لئے نہیں مانی جائے گی کہ یہ ایک دینی خبر ہے حکایت نہیں۔

دوسری شرط: خبر دینے والا شخص مکلّف بھی ہو۔ اس سے مراد عاقل، بالغ مرد و عورت ہیں۔ لہٰذا مجنون کی بات کو قبول نہیں کریں گے۔ اور بچے کے حوالے سے دو حالات ہیں:

پہلی حالت: اگر وہ غیر ممیّز ہے تو اس کی بات قطعاً قبول نہیں کی جائے گی۔

دوسری حالت: اگر وہ ممیّز ہے پھر بھی اس کی بات کو قبول نہیں کریں گے کیونکہ اس کی بات پختہ نہیں ہے۔

تیسری شرط: وہ شخص عادل ہو۔ یعنی اگر کوئی فاسق چاند دیکھنے کا دعوی کرے تو اس کی بات قبول نہ کی جائے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ عادل کی بجائے امین کی شرط لگائی

جائے جس کی خبر پختہ ہو۔یعنی کذاب اور جلد باز کی خبر قبول نہ کی جائے۔اس کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وإني عليه لقوي أمين ﴾(النمل:۳۹)یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔

اوراللہ تعالی کا دوسرا فرمان:﴿إن خير من استأجرت القوي الأمين ﴾القصص(۲٦) جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔

دوسری وجہ:ہلال رمضان کی رؤیت کے لیے تعداد۔

رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت کے لئے ایک آدمی کی رؤیت کافی ہے۔جب ایک مسلمان چاند دیکھنے کی گواہی دیدے اوراس کے معارض و مقابلے میں کوئی اور دلیل نہ ہوتو اس کی گواہی مقبول ہوگی اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں :تراءى الناس الهلال فأخبرت به رسول ﷺ فصام و أمر الناس بصيامه.(صحيح سنن ابى داؤد)

۲۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی گزشتہ روایت ہے آپ نے فرمایا: ☆جاء أعرابي إلى النبي ﷺ فقال إني رأيت الهلال ، قال : أتشهد أن لا إله إلا الله ، أتشهد أن محمدا رسول الله ، قال: نعم ، قال يا بلال: أذن في الناس أن يصوموا غدا

۳۔ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا میں نے چاند دیکھا ہے۔آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اور کیا تو گواہی

دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔اس نے کہا: ہاں۔آپ نے فرمایا: اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کل روزہ ہوگا۔(ضعیف ابوداؤد، ترمذی، النسائی)

تیسری وجہ: ہلال شعبان کی رؤیت کے لئے تعداد:

ہلال شعبان کی رؤیت دو گواہوں سے ثابت ہوتی ہے۔اس کی دلیل حسین بن حارث جدلی کی روایت ہے کہتے ہیں امیر مکہ نے خطاب کیا اور فرمایا:☆عهد إلينا رسول الله ﷺ أن ننسك للرؤية فإن لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما☆ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم چاند دیکھیں اگر ہم نہ دیکھ سکیں اور دو آدمی گواہی دے دیں تو ہم ان کی گواہی کا اعتبار کریں۔(صحیح سنن ابی داؤد)

ساتویں وجہ: کیا مہینے کی ابتدا و انتہاء حساب سے بھی ممکن ہے؟

رمضان اور اس کے علاوہ مہینے کلی طور پر حساب سے ثابت نہیں ہوتے۔کیونکہ شارع نے حکم کو دو چیزوں سے معلق کیا ہے

☆ تعداد کی تکمیل ☆ چاند کی رؤیت۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) اللہ تعالی کا فرمان ہے۔﴿ يسئلونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس و الحج ﴾(البقرة ۱۸۹)

لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں (کی عبادت) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لئے ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ چاند، مہینے کی علامت ہے اور اللہ تعالی نے خود اسے

بطور علامت پیش کیا ہے۔ لہذا حساب کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ ہر چاند کے طلوع پر ایک مہینے کا اختتام اور دوسرے کی ابتداء ہوتی ہے۔

(۲) سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ☆ إنا امة امية لا نكتب ولا نحسب ، الشهر هكذا و هكذا ، يعنى مرة تسعة وعشرين ومرة ثلاثين ☆ ہم ان پڑھ لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں مہینہ ایسے ایسے ہے۔ یعنی کبھی انتیس کا اور کبھی تیس کا۔ (بخاری و مسلم)

پس اختلاف کے وقت یہ روایت نص کا درجہ رکھتی ہے۔

(۳) سیدنا ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ☆ إذا رائيتموه فصوموا وإذا رائيتموه فأفطروا فإن غم عليكم فاقدروا له ☆ جب تم (چاند) دیکھ لو تو روزے رکھنا شروع کردو اور جب پھر (دوبارہ چاند) دیکھ لو تو روزے ترک کردو۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہو جائے تو تعداد پوری کرلو۔ (بخاری و مسلم)

سنت (حدیث) بعض بعض کی توضیح کرتی ہے لہذا نبی ﷺ نے دو چیزوں کو مہینے کے دخول کا سبب بتلایا ہے۔ (۱) چاند کی رؤیت (۲) تیس کی گنتی پوری کرنا۔ پس آپ نے اس مجمل (فاقدروا له) کی تفسیر (فأكملوا العدة ثلاثين) بیان کردی ہے۔

اس بات کو درست تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ حساب کی دلالت قطعی ہے۔ کیونکہ اس کی دلالت تو ظنی ہے اور اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ کیونکہ یہ ایک آلہ ہے اور آلہ میں غلطی اور خلل کا امکان ضرور رہتا ہے۔

۲۔۱۴۰۶ھ میں ماہرین فلکیات نے کہا تھا کہ اس سال آج کی رات میں چاند نظر نہیں آئے گا۔ جبکہ بعد میں سعودی عرب میں بیس آدمیوں نے چاند کو دیکھا۔

۳۔آپ نے اکثر دیکھا ہوگا بعض اوقات کچھ ماہرین فلکیات اخبار میں کسی کام کے ہونے کی خبر دیتے ہیں جبکہ دوسرے اس کی تردید کر دیتے ہیں۔

آٹھویں وجہ: جب ایک ہی شخص چاند دیکھے اور اسکی گواہی کو رد کر دیا جائے۔

اس مسئلے کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

پہلی قسم: جب ایک آدمی نے چاند کو دیکھا اور اس کی رویت کو نہ مانا گیا تو اس کا حکم کیا ہے۔

اس دن وہ روزہ نہیں رکھے گا۔ اسکے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والأضحی یوم تضحون**) وفی روایة (**وفطرکم یوم تفطرون، وأضحاکم یوم تضحون، وکل عرفة موقف، وکل منی منحر، وکل فجاج مکة منحر، وکل جمع موقف**) روزہ اسی دن ہوگا جس دن تم سب روزہ رکھو اور افطار بھی اسی دن ہوگا جب تم سب افطار کرو۔ اور قربانی اسی دن ہوگی جس دن تم سب ذبح کرو۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں۔ اور تمہارے افطار کا دن وہی ہے جب تم سب افطار کرو گے، اور قربانی کا دن بھی وہی ہے جب تم سب ذبح کرو گے اور عرفہ کا سارا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے اور منی پورے کا پورا قربان گاہ ہے، مکہ کے تمام راستے بھی قربان گاہ ہیں اور مکمل مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ

ہے۔(صحیح ابوداؤد، ابن ماجہ)

۲۔جیسا کہ عرفات وغیرہ میں ٹھہرنا، قربانی اور عید تمام مسلمانوں کے ساتھ ہی کی جائے گی تو اسی طرح روزہ بھی سب کے ساتھ ہی رکھا جائے گا۔

۳۔کیونکہ چاند طلوع ہی نہیں ہوا۔نہ ہی کسی کو معلوم ہو سکا ہے اور نہ دیکھا گیا ہے تو روزہ کیسے رکھا جا سکتا ہے۔

لیکن اس مسئلہ سے یہ بات مستثنیٰ ہے کہ اگر ایک ہی آدمی کسی ایسی جگہ چاند دیکھتا ہے جہاں وہ صرف اور صرف اکیلا وہی ہے اس کے ساتھ کوئی اور نہیں تو وہ روزہ رکھے گا۔کیونکہ وہ اب لوگوں سے الگ ہے ممکن ہے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھ لیا ہو۔

دوسری قسم:اگر ایک آدمی نے شوال کا چاند دیکھا اور اس کی گواہی رد ہو گئی تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

اس کے لئے لازم ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت ہے۔اور اس بات سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ شوال کے چاند کے لئے دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔

مسئلہ:اگر تمام لوگوں نے ایک آدمی کی گواہی پر روزہ رکھ لیا اور تیس دن پورے ہو گئے اور چاند نظر نہ آیا تو کیا حکم ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ تیس روزے پورے کرنے پر تمام لوگ افطار کریں گے کیونکہ ایک آدمی کی گواہی سے رمضان کی ابتداء شرعی حجت ہے۔لہذا تیس دن مکمل ہونے پر روزے مکمل ہو گئے۔

دوسرا امر: شعبان کے تیس دن پورے کرنا۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: اگر تیس شعبان کی رات مطلع صاف ہو (اور چاند نظر نہ آئے) تو اس دن کا روزہ نہیں رکھا جائے گا۔ اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ **لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین إلا رجل کان یصوم صوما فلیصمه** ☆ رمضان کو ایک یا دو دن پہلے روزے رکھ کر شروع نہ کرو۔ ہاں اگر کوئی شخص تسلسل سے روزے رکھ رہا ہو تو وہ رکھ سکتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری قسم: اگر آسمان صاف نہ ہو یعنی بادل، غبار یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز جو چاند دیکھنے سے مانع ہو (موجود ہو) اور لوگوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ چاند نظر آیا ہے یا نہیں تو اس دن کا روزہ شک کا روزہ ہے۔ تو اس مسئلہ میں اولی و بہتر بات یہی ہے کہ اس دن کا روزہ نہ رکھا جائے کیونکہ عبادت کے وقت کی ابتداء وانتہاء شریعت کے مقاصد میں سے ہے۔ لہذا جیسے نماز وقت سے پہلے نہیں پڑھی جا سکتی ایسے ہی رمضان کو ایک یا دو دن پہلے شروع نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے نبی ﷺ نے منع بھی فرمایا ہے۔

امام عبدالرحمن بن ناصر سعدیؒ فرماتے ہیں اگر دوران دن چاند نظر آنے کی قوی دلیل مل جائے تو بقیہ دن کھانے پینے سے اجتناب کیا جائے گا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس دن کی قضاء لازم نہیں آئے گی۔ ان کا قول انتہائی قوی اور اصل عظیم پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ احکام اس وقت لازم ہوتے ہیں

جب ان کی فرضیت کا علم ہو جائے۔ پس لوگوں نے اس وقت تک افطار کیے رکھا جب تک انہیں رمضان شروع ہونے کا علم نہ تھا اور جب انہیں رمضان شروع ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے آپ کو کھانے پینے سے روک لیا۔ ان پر قضاء تو اس وقت لازم آتی جب وہ دن گزر جاتا اور انہیں بعد میں معلوم ہوتا کہ کل بھی رمضان تھا۔ (المختارات الجلیہ ۱۳۵)

مسئلہ: اگر ایک آدمی ایک ملک میں اٹھائیس روزے رکھنے کے بعد دوسرے ملک کا سفر کرے اور اگلے دن وہاں عید ہو یا اس کے برعکس وہ تیس روزے پورے کر کے کسی ملک کا سفر کرے اور وہاں ابھی ایک یا دو دن عید میں مزید باقی ہوں تو ایسے حالات میں وہ کیا کرے؟

ایسا ہی ایک سوال شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً فرمایا: اگر تم نے کسی ملک میں روزے رکھے اور پھر دوسرے ملک چلے گئے تو تم ان کے ساتھ روزے رکھو گے جب وہ روزے ختم کریں گے تم بھی اسی وقت ختم کرو گے اگرچہ تیس دنوں سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: (الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون .....) روزہ اسی دن ہوگا جس دن تم سب روزہ رکھو اور افطار بھی اسی دن ہوگا جب تم سب افطار کرو......۔ (صحیح سنن ترمذی)

لیکن اگر انتیس دن مکمل نہ کیے ہوں تو ان کو پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ کوئی مہینہ انتیس دن سے کم نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (9)﴾

﴿رمضان میں روزہ چھوڑنے کو مباح کرنے والے عذر﴾

روزہ ایک محنت طلب عبادت ہے جو برداشت وصبر کا تقاضا کرتی ہے۔ بعض اوقات معاشرے کے کچھ افراد اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ یہ لوگوں کو آسانی مہیا کرتا ہے اور تنگی ومشقت دور کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے اپنے بعض بندوں کو روزہ ترک کرنے کی رخصت واجازت دی ہے جو خالصتاً ان کے لئے رحمت وتخفیف ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه و من كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر......... ﴾ (البقرة ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے تو وہ روزہ رکھے ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے۔

اور صاحبِ عذر لوگ درج ذیل ہیں:

(ا) مریض

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: ایسا مریض جو روزے رکھنے سے عاجز ہے لیکن اس کا مرض جلد ختم ہونے کی امید ہے۔ اللہ تعالی نے اس کو روزہ افطار کرنے کی تو اجازت دی ہے لیکن اس پر ان ایام کی قضاء کو لازم قرار دیا ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ أياما معدودات فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيا م أخر ﴾

(البقرة ۱۸۵) گنتی کے چند ہی دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔

۲۔ ﴿ ومن كان مريضا أو على سفر فعد ة من أيام أخر ﴾(البقرة ۱۸۵)

ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے۔

۳۔رمضان میں بیمار آدمی کے روزہ چھوڑنے کے جواز پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ اس پر قضاء کے وجوب کا اتفاق ہے۔

دوسری وجہ: رمضان میں مریض تین حالات میں سے کسی ایک حالت میں ضرور ہوگا۔

پہلی حالت: روزہ اس کی بیماری میں اضافے کا سبب ہوگا یا اس پر شدید مشقت ڈالے گا یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو کے تلف ہونے کا سبب ہوگا یا اس کی بیماری سے شفاء یاب ہونے سے تاخیر کا سبب ہوگا یا اس کے مرنے کا سبب ہوگا۔ تو ایسے مریض کے بارے کہا جائے گا کہ روزہ رکھنا اس کے لئے حرام ہے۔ یا مکروہ ہے۔(اس کے حالات کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا)اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة ﴾(البقرة ۱۹۵)

اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

۲۔اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ ونیسرك للیسری ﴾(الأعلی ۸) اورہم آپ کے لئے آسانی پیدا کردیں گے۔

۳۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:☆یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا☆(رواہ مسلم و ابوداود)

آسانیاں پیدا کرو مشقت میں نہ ڈالو۔خوش خبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ۔

دوسری حالت: روزہ مریض کو کوئی واضح نقصان تو نہیں دیتا لیکن اس پر حد سے زیادہ مشقت کا باعث بنتا ہے۔ایسے آدمی کے لئے روزہ چھوڑنا سنت ہے۔بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس کے لئے روزہ مکروہ ہے کیونکہ روزے کا ترک کرنا اس کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے رخصت اور تخفیف ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ یریداللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر ﴾(البقرۃ ۱۸۵)

اللہ تعالی کا ارادہ تمھارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔

تیسری حالت: روزہ نہ تو اسے کوئی نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ہی اس پر مشقت کا باعث ہے۔کیونکہ اس کی بیماری خفیف ہے۔جس میں اسے دوا کی بھی ضرورت نہیں۔ مثلاً آدمی کو زکام ہے یا ہلکی سی کسی جگہ درد ہے جس کو وہ برداشت کرسکتا ہے۔تو ایسی صورت میں اس کے لئے روزہ ترک کرنا منع اور حرام ہے۔

تیسری وجہ: اگر دوران دن کوئی بیمار ہو جائے یا شفایاب ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

اگر کوئی مسلمان رمضان میں دوران روزہ ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جو روزہ مکمل

کرنے سے مانع ہو یا بہت زیادہ مشقت میں مبتلا کر دے تو اس کے لئے روزہ ترک کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان اعذار میں سے ہے جن کی وجہ سے روزہ ترک کرنا مباح ہے۔

ایسے ہی اگر کوئی شخص دوران دن صحت یاب ہو جائے اور اس نے شروع دن سے روزہ نہ رکھا ہو تو اس کے لئے اس دن کا روزہ درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ شروع دن میں تارک صوم تھا۔ اور روزہ کی تعریف جیسا کہ پہلے گزر چکی ہے۔ یہ ہے۔ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ کھانے پینے اور خواہشات سے بچنا روزہ کہلاتا ہے۔

لہذا ایسے آدمی پر اس دن سمیت ان تمام ایام کی قضاء واجب ہے جن میں اس نے ایام مرض میں روزے ترک کئے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ فعدة من أيام أخر ﴾ (البقرة ۱۸۵) اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔

تنبیہ: اگر کسی سپیشلسٹ ڈاکٹر سے اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ روزے کی وجہ سے اس کے اعضاء میں سے کوئی عضو تلف ہو جائے گا یا اس کا مرض طوالت اختیار کر جائے گا۔ تو ایسی صورت میں اس کے لئے روزہ ترک کرنا جائز ہوگا لیکن ان ایام کی قضاء لازم ہوگی۔

(۲) مسافر

اس پر بھی کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: ایسا مسافر جس کے دوران سفر ہی رمضان شروع ہوا یا رمضان میں دن کے

وقت کسی نے سفر شروع کیا تو ایسے افراد کو اللہ تعالی نے روزہ چھوڑنے کی رخصت دی ہے۔اور ان ایام کی دوسرے ایام میں قضاء کو فرض قرار دیا ہے۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر ﴾(البقرة ۱۸۵)

اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیئے۔

۲۔حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم ایک سخت گرم دن میں نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے اس دن اتنی زیادہ گرمی تھی کہ شدت حرارت کی وجہ سے بعض آدمی اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔اس دن نبی ﷺ اور ابن رواحہؓ کے علاوہ ہم میں سے کوئی بھی روزہ دار نہیں تھا۔(متفق علیہ)

اس کے علاوہ بے شمار روایات اس موضوع پر موجود ہیں جو ابھی شرح میں ذکر ہوں گی۔ان شاءاللہ۔

۴۔علماء کا اتفاق ہے کہ مسافر رمضان کا روزہ ترک کر سکتا ہے لیکن جب قادر ہو تو اس پر ان ایام کی قضاء فرض ہے۔

تنبیہ:ایسا سفر جس میں روزہ افطار کرنا جائز ہے اس کے لئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط:وہ سفر ایسا ہونا چاہئے جس میں نماز قصر کرنا جائز ہو۔

دوسری شرط:مسافر اس سفر کو روزہ ترک کرنے کا حیلہ نہ بنائے۔اور اگر اس نے حیلے سے روزہ ترک کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر روزہ چھوڑنا حرام اور روزہ رکھنا واجب ہے

دوسری وجہ: مسافر کے لئے روزہ رکھنے اور چھوڑنے کا حکم۔

مسافر کے لئے روزہ رکھنا یا چھوڑنا آنے والے حالات میں سے کسی ایک حالت پر مبنی ہوگا۔

پہلی حالت: وہ بغیر مشقت روزہ رکھنے پر قادر ہے ایسی حالت میں اس کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ اس سے وہ بہت جلد اپنے ذمہ واجبی چیز کو ادا کر رہا ہے۔ اور غالبًا یہ اس کے لئے آسان بھی ہے اور رمضان کے مقدس مہینے کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم ایک سخت گرم دن میں نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے اس دن اتنی زیادہ گرمی تھی کہ شدت حرارت کی وجہ سے بعض آدمی اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ اس دن نبی ﷺ اور ابن رواحہؓ کے علاوہ ہم میں سے کوئی بھی روزہ دار نہیں تھا۔ (متفق علیہ)

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لئے رمضان میں نکلے تو آپ روزہ دار تھے اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا تھا۔ لیکن جب آپ کراع الغمیم مقام پر پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس کو اوپر اٹھا کر لوگوں کو دکھایا اور پھر پی لیا۔ بعد میں آپ کو بتلایا گیا کہ بعض لوگ ابھی روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ نافرمان ہیں، وہ نافرمان ہیں۔ (رواہ مسلم)

ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں آپ کو بتلایا گیا کہ لوگوں پر روزہ بھاری ہو گیا ہے اور وہ آپ کے عمل کے منتظر ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے عصر کے بعد پانی کا

پیالہ منگوا کر پی لیا۔ (مسلم، ترمذی)

اس سے پتا چلا کہ آپ ﷺ نے اس لئے روزہ رکھا کہ آپ پر بھاری نہیں تھا اور آپ نے افطار اس لئے کر دیا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر گراں گزر رہا تھا۔

دوسری حالت: روزہ رکھنا اور چھوڑنا، جو مسافر کے لئے آسان ہو اس پر عمل کرے۔ اگر روزہ رکھنا آسان ہے تو روزہ رکھے اور اگر روزہ چھوڑنا آسان ہے تو روزہ چھوڑ دے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ﴾ (البقرۃ ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمھارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ ماجعل علیکم فی الدین من حرج ﴾ (الحج ۷۸)

اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

۳۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں نبی ﷺ کو جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا اور ان میں ایک مشکل اور ایک آسان ہو تو آپ ہمیشہ آسان کو اختیار فرماتے اگر گناہ کا کام نہ ہوتا۔ اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہونے والے ہوتے۔ (متفق علیہ)

۴۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ہم رمضان میں نبی ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے ہم میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوتا اور

کچھ نے چھوڑا ہوتا تھا۔ روزہ رکھنے والے چھوڑنے والوں اور چھوڑنے والے رکھنے والوں کو کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جس میں طاقت ہو اس کے لئے رکھنا بہتر ہے اور جو کمزور ہو اس کے لئے چھوڑنا بہتر ہے۔ (رواہ مسلم)

یہی بات درست ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: یہ تفصیل با اعتماد اور جھگڑے کو ختم کرنے والی ہے۔ (فتح الباری)

تیسری حالت: روزہ مسافر کے لئے بغیر نقصان مشکل کا باعث ہے۔

تو ایسی صورت میں اس کے لئے روزہ ترک کرنا افضل ہے۔ اور روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک سفر میں تھے کہ آپ نے ایک ہجوم دیکھا جو ایک آدمی پر سایہ کئے ہوئے تھا آپ نے دریافت فرمایا: اسے کیا ہوا ہے۔ لوگوں نے بتلایا یہ روزہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو مشقت میں مبتلا کرنا نیکی نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے روزہ افطار کرنے کی رخصت بھی دے رکھی ہے۔

چوتھی حالت: روزہ مسافر کے لئے مشقت کے ساتھ ساتھ نقصان کا بھی باعث ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے روزہ رکھنا حرام ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة ﴾ (البقرة ۱۹۵)

اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

۲۔ حضرت جابرؓ سے مروی روایت کے الفاظ ہیں: (روزہ نہ چھوڑنے والے) نا

فرمان ہیں، نافرمان ہیں۔ (رواہ مسلم)

تیسری وجہ: مسافر کے حالات سفر۔

پہلی حالت: رمضان اس وقت شروع ہوا جس وقت وہ مسافر تھا۔ ایسی حالت میں علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ (المغنی)

دوسری حالت: رمضان اس وقت شروع ہوا جب وہ مقیم تھا۔ لیکن دوران رمضان اس کو سفر پر نکلنا پڑا تو اس کے لئے بھی افطار جائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص رات کو سفر شروع کرتا ہے اور دوران سفر ہی صبح ہو جاتی ہے تو اس کے لئے بھی افطار جائز ہے۔

تیسری حالت: اگر کسی آدمی نے روزہ رکھا لیکن دوران دن اسے کسی غرض سے سفر پر جانا پڑا۔ تو اس کے لئے بھی اس دن کا روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ اور اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ أو علی سفر ﴾ البقرة ۱۸۵ اس پر مسافر کا لفظ صادق آتا ہے لہٰذا اسے روزہ ترک کرنے کی رخصت ہے۔

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لئے رمضان میں نکلے تو آپ روزہ دار تھے اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا تھا۔ لیکن جب آپ کراع الغمیم مقام پر پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس کو اوپر اٹھا کر لوگوں کو دکھایا اور پھر پی لیا۔ بعد میں آپ کو بتلایا گیا بعض لوگ ابھی روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ نافرمان ہیں، وہ نافرمان ہیں۔

ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں آپ کو بتلایا گیا کہ لوگوں پر روزہ بھاری ہو گیا ہے

اور وہ آپ کے عمل کے منتظر ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ منگوا کر پی لیا۔ (رواہ مسلم)

۳۔ جعفر بن جبرؒ کا اثر ہے۔ کہتے ہیں میں ابو بصرہ غفاری صحابیِ رسول ﷺ کے ساتھ رمضان میں فسطاط کی ایک کشتی میں تھا کہ انہوں نے دوپہر کا کھانا اٹھا کر قریب کیا، دستر خوان منگوایا اور مجھے کہا آؤ کھانا کھاؤ۔ میں نے کہا ہم تو ابھی اپنے گھروں کو دیکھ رہے ہیں یعنی قریب ہی ہیں۔ ابو بصرہؓ فرمانے لگے کیا تو سنت رسول ﷺ سے بے رغبتی کرنا چاہتا ہے۔ اور خود کھانے لگے۔ (صحیح سنن ابی داؤد)

چوتھی وجہ: کیا آدمی سفر کا پختہ ارادہ کر لے تو اسے سفر شروع کرنے سے قبل روزہ ترک کرنے کی اجازت ہے۔

نہیں اسے اس وقت تک روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں جب تک وہ اپنا شہر نہیں چھوڑ جاتا۔ کیونکہ نبی ﷺ کے عمل سے یہی ثابت ہے کہ آپ نے اس وقت افطار فرمایا جب آپ اپنا شہر چھوڑ چکے تھے۔ (۱)

(۱) اس مسئلہ پر محدث البانی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام (تصحیح حدیث افطار الصائم قبل سفرہ بعد الفجر) ہے۔ اس میں انہوں نے جواز کی دلیل دی ہے۔ جو کہ ترمذی میں ہے۔ (عبدالرحمٰن ضیاء)

پانچویں وجہ: اگر مسافر دن کے وقت گھر واپس آ گیا اور اس نے روزہ ترک کیا ہوا تھا ۔تو کیا اس کے لئے اس دن کا روزہ پورا کرنا جائز ہے۔

نہیں اس کے لئے اس دن کا روزہ پورا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ شروع دن میں روزے سے نہیں تھا۔ اور فرضی روزہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک طلوع فجر سے پہلے نہ رکھا جائے۔

تنبیہ: اگر کوئی سفر سے واپس پہنچے اور اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو وہ علی الاعلان نہ کھائے پیئے کیونکہ اس سے اس کے بارے میں سوءظن عام ہوگا اور خصوصا جاہل اور کمزور لوگ اسے برا خیال کریں گے۔

(۳) حیض ونفاس والی عورت

اس مسئلہ پر دو وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: حیض ونفاس والی عورت پر روزہ خواہ فرضی ہو نفلی حرام ہے اور اگر وہ اس حالت میں روزہ رکھ لیں تو وہ روزہ درست نہیں ہوگا۔ اور ان دنوں کی قضاء ان پر لازم ہے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں

۱۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:......کیا ایسے نہیں کہ جب عورت حیض والی ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ ہی روزہ رکھتی

ہے۔(بخاری)

۲۔سیدہ معاذہ عدویہ فرماتی ہیں میں نے سیدہ عائشہؓ سے دریافت کیا۔کیا وجہ ہے کہ

عورت روزہ کی قضاء دیتی ہے نماز کی نہیں؟ آپؓ فرمانے لگیں: کیا تو حروریہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں میں تو صرف ایک سوال پوچھ رہی ہوں۔ کہنے لگیں: ہمیں ان حالات سے واسطہ پڑتا تھا تو ہمیں روزہ کی قضاء دینے اور نماز کی قضاء نہ دینے کا حکم دیا جاتا تھا۔ (بخاری)

۳۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ حیض ونفاس والی عورت پر روزہ حرام ہے۔ اور ان پر قضاء لازم ہے۔ (فتح الباری، شرح مسلم للنووی)

دوسری وجہ: روزہ میں حیض ونفاس کے مسائل۔

پہلا مسئلہ: اگر عورت روزہ دار تھی اور اس کو حیض کا خون آ گیا تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ خواہ سورج غروب ہونے سے ایک منٹ ہی پہلے کیوں نہ ہو۔ اور اس پر اس دن کی قضاء لازم ہوگی۔ اور اگر دوران دن وہ حیض سے پاک ہوگئی تو اس دن کے بقیہ وقت میں کھانا پینا نہیں چھوڑے گی۔ جیسا کہ پہلے مسائل میں ذکر ہو چکا ہے۔

دوسرا مسئلہ: اگر عورت دن کے وقت پاک ہو جائے تو اس دن کا روزہ اس لئے صحیح نہیں ہوگا کہ اس نے شروع دن سے اس کی ابتداء نہیں کی تھی۔

تیسرا مسئلہ: اگر عورت رمضان میں رات کو پاک ہوگئی خواہ طلوع فجر سے چند منٹ ہی پہلے ہو تو اس پر روزہ فرض ہے۔ کیونکہ اب کوئی مانع نہیں ہے۔ اور وہ روزہ رکھنے والوں میں سے ہے۔ اگر چہ وہ غسل طلوع فجر کے بعد ہی کرے کیونکہ غسل روزے کی شرائط میں سے نہیں ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ روزہ کی نیت ضرور کرے کیونکہ حیض آنے کی وجہ سے اس کی گزشتہ نیت ختم ہو چکی ہے۔

چوتھا مسئلہ: اگر عورت درد وغیرہ کی وجہ سے حیض کو محسوس کرے لیکن خون مغرب سے پہلے نہ اترے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ کیونکہ حکم، حیض سے متعلق ہے اور وہ ابھی شروع نہیں ہوا۔

پانچواں مسئلہ: اگر نفاس والی عورت چالیس دنوں سے قبل ہی پاک ہو جائے تو اس پر رمضان کا روزہ فرض ہے۔ اور وہ تمام امور ادا کرے گی جو عام پاک عورت کرتی ہے۔ کیونکہ کم سے کم نفاس کی کوئی حد نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل علم کے اقوال سے ثابت ہے۔

چھٹا مسئلہ: استحاضہ والی عورت روزے رکھے گی کیونکہ دلیل صرف حیض اور نفاس کے بارے میں ہے استحاضہ کے بارے میں نہیں۔ چونکہ استحاضہ کا خون تسلسل سے جاری رہتا ہے جبکہ حیض کا خون مقررہ مدت میں جاری ہوتا ہے۔ اس لئے مستحاضہ عورت کو نماز اور طواف بیت اللہ سے بھی منع نہیں کیا گیا اسی طرح روزہ سے بھی نہیں روکا جائے گا۔

تنبیہ: حائضہ عورت خفیہ انداز سے روزہ ترک کئے رکھے کیونکہ یہ ایک مخفی سبب ہے۔ اور علی الاعلان روزہ چھوڑنے سے اس کے بارے میں سوءظن پیدا ہوسکتا ہے یا جاہل اسے بلا عذر روزہ ترک کرنے پر محمول کر کے خود روزے ترک کرنے لگ سکتا ہے۔

مسئلہ: اللجنةالدائمة للبحوث العلمية والإفتاء سے درج ذیل سوال کیا گیا۔ ایک عورت کہتی ہے میں نے رمضان میں مانع حیض گولیاں کھالیں تاکہ لوگوں کے ساتھ قیام اور تلاوت کرسکوں۔ اب میں نے جن دنوں میں گولیاں کھائیں ان کی قضاء کروں یا نہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔

لجنہ کا جواب: عورت کے لئے ایام حج، عمرہ اور رمضان میں مانع حیض گولیاں کھانا جائز ہے۔ اگر اسے نقصان کا خطرہ نہ ہو۔ اور ان دنوں کی قضاء بھی لازم نہیں ہے۔ کیونکہ حکم حیض آنے پر ہے اگر وہ کسی وجہ سے رک گیا ہے تو قضاء بھی نہیں ہے۔ (فتوی نمبر۴۵۴۳)

(۴) حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت

اس پر دو وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: اگر عورت حاملہ ہو یا دودھ پلا رہی ہو اور اسے اپنی یا بچے کی جان کا خطرہ ہو تو وہ روزہ ترک کر سکتی ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک کعبیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆إن الله تعالى وضع عن المسافر الصوم و شطر الصلاة و عن الحامل و المرضع الصوم أو الصيام☆ بے شک اللہ تعالی نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے۔ جبکہ حائضہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ معاف کیا ہے۔ (حسن صحیح، رواہ احمد والترمذی، والنسائی)

۲۔ اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لئے رمضان کے روزے ترک کرنا جائز ہے۔ (بدایۃ المجتہد، المغنی)

دوسری وجہ: حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے تین حالات ہیں۔

پہلی حالت: اگر حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو صرف اپنی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لئے افطار جائز ہے۔ کیونکہ وہ مریض ہے۔ لیکن اس پر ان دنوں کی قضاء ضروری

ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر ﴾ (البقرة ۱۸۵)

اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے۔

لیکن ان پر کسی قسم کا کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ بیماری کی وجہ سے چھوٹ جانے والے روزوں پر شریعت نے کوئی کفارہ لازم نہیں کیا۔

دوسری حالت: اگر اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو بھی وہی حکم ہے کہ وہ افطار کر لیں، بعد میں قضاء دیں اور کفارہ نہیں ہے۔

تیسری حالت: اگر حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو صرف اپنے بچے کی جان کو خطرہ ہے یعنی اگر وہ کھائے پیئے نہیں تو بچے کو نقصان ہو سکتا ہے یا بچے کا بعد میں علاج کروانا پڑے گا۔ ایسے ہی دودھ پلانے والی اگر کھائے پیئے نہیں تو دودھ کے خشک ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں ان کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور ان پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہے۔ مگر وہ قضاء ضرور دیں گی۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿ ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر ﴾ (البقرة ۱۸۵)

اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے۔

آیت نے بیمار اور مسافر کا حکم ذکر کر دیا ہے اور یہ دونوں خواتین (حاملہ اور دودھ پلانے والی) بیمار کے حکم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مریض پر قضاء کو لازم کیا ہے کفارہ

نہیں۔

۲۔حضرت انس بن مالک کعبیؓ کی گزشتہ روایت ہے۔کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆إن الله تعالى وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلاة وعن الحامل والمرضع الصوم أو الصيام☆ بے شک اللہ تعالی نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے۔ جبکہ حائضہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ معاف کیا ہے۔(حسن صحیح ،رواہ احمد والترمذی، والنسائی)

بلاشبہ اللہ تعالی نے مسافر سے آدھی نماز اور روزے ساکت کر دیئے ہیں جبکہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے صرف روزے معاف کئے ہیں۔

علماء کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ نے حاملہ اور دودھ پلانے والی کے روزوں کا تذکرہ تو کیا ہے کفارہ کا ذکر نہیں فرمایا۔

۳۔اصل یہ ہے کہ آدمی بری الذمہ ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس اور ابن عمر سے مروی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر کفارے کا قول مرجوح اور شرعی دلائل کے مخالف ہے۔

(۵)روزہ رکھنے سے ایسا عاجز کہ اس کا عذر ختم ہونیکی امید نہ ہو۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ:

روزہ رکھنے سے ایسا عاجز آدمی جو کسی صورت روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا یا وہ شدید مشقت میں مبتلاء ہوتا ہے جیسا کہ بوڑھا آدمی یا ایسا بیمار جس کی بیماری ختم ہونے

کی امید نہ ہو۔ خصوصاً جب سپیشلسٹ مومن ڈاکٹر اس کے بارے میں بتلا دے کہ اس کا مرض ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا تو اس پر روزے واجب نہیں رہتے۔ کیونکہ شارع نے تو اس مریض سے جس کے شفایاب ہونے کی امید ہو، روزے ساکت فرما دیئے تو جس کے شفایاب ہونے کی امید نہ ہو اس سے تو بالاً ولی ساکت ہونگے۔ اور جو بہت بوڑھا ہے تو وہ اس سے بڑھ کر اس کا مستحق ہے۔ اور شریعت انسان کو ایسی چیز کا مکلف نہیں بناتی جو اس کی استطاعت میں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فاتقوا الله ما استطعتم ﴾ (التغابن ۱٦) پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

دوسری جگہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ لا یکلف الله نفسا إلا وسعها ﴾ (البقرة ۲۸٦) اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

ویسے بھی حرج اس امت سے اٹھا لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وما جعل علیکم فی الدین من حرج ﴾ (الحج ۷۸)

اور اس نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

حضرت عمران بن حصین ؓ سے مروی ہے کہ مجھے بواسیر تھی تو میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ☆ صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلی جنب ☆ کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اور اس کی بھی طاقت نہ ہو لیٹ کر پڑھ لو۔ (صحیح بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی فرائض میں قدرت شرط ہے۔

اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسے مریض جن کے شفایاب ہونے کی امید نہ ہو اور بہت

بوڑھے آدمیوں کے لئے روزہ افطار کرنا جائز ہے۔(مراتب الإجماع، بدایۃ المجتہد)

دوسری وجہ:

ایسے معذور اشخاص اگر روزے چھوڑ دیں تو ان پر کیا واجب ہے۔

ایسے عاجز افراد اگر اپنے بڑھاپے یا لاعلاج بیماری کی وجہ سے روزے ترک کردیں تو ان کی طرف سے ہر روز ایک مسکین کو کھانا دیا جائے گا۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين ﴾(البقرة ۱۸۴) اوراس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد: هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما فيطعمان مكان كل يوم مسكينا :وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو وہ اس کے بدلے ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے۔(صحیح بخاری)

علماء کا کہنا ہے کہ: مستقل مریض بھی اسی عاجز کے حکم میں ہیں۔

۲۔شروع اسلام میں کھانا کھلانا روزوں کا متبادل تھا۔پھر روزے فرض ہو گئے اب اگر کوئی روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس پر متبادل کی ادائیگی لازم آئے گی۔

کھانے کے اوصاف۔

روزے سے عاجز آدمی کو کھانا دینے میں اختیار ہے کہ وہ ہر مسکین کو ایک مد اچھی گندم جس کا وزن ۵۶۲،۵ گرام ہے دے دے۔ یا خود کھانا تیار کروا کر مساکین کو بلا کر کھلا دے۔ جتنے دنوں کے روزے چھوڑے ہوں ان میں سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کا کھانا دینا ہوگا۔ اگر تیس دن مکمل ہی روزے نہ رکھے ہوں تو تیس مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ حضرت انس بن مالک ؓ کمزور ہو گئے اور روزے نہ رکھ سکے تو انہوں نے تیس مسکینوں کو بلا کر کھانا کھلا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بسند صحیح)

تنبیہ: امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر وہ کھانا کھلانے سے بھی عاجز ہو یعنی اس کے پاس کچھ بھی نہیں تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ لا یکلف الله نفسا إلا وسعها ﴾ (البقرۃ ۲۸۶) اللہ تعالی کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

تیسری وجہ:

علماء رحمہم اللہ نے ان کے ساتھ اور بھی عاجز لوگوں کو شامل کیا ہے جن کا معاملہ بھی انہیں ہی کی طرح ہے۔

۱۔ ایسا بڑھاپا جس میں انسان تمیز کھو بیٹھے۔ ایسی صورت میں اس پر نہ روزے فرض ہیں نہ کھانا کیونکہ اب وہ مکلّف ہی نہیں رہا۔ اور اگر کبھی ہوش آ جاتا ہے اور کبھی بے ہوش ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں ہوش والے ایام کے روزے اس کے ذمہ ہوں گے اور بے ہوشی کے ایام کے روزے اس پر فرض نہیں۔

۲۔ جو کسی دوسرے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے افطار کرے مثلاً کسی کی

جان بچانے کے لئے جیسے کوئی ڈوب رہا ہے یا جل رہا ہے یا کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر اسے رکھنے میں دشواری ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے لیکن اس کی قضاء واجب ہوگی۔

۳۔ اگر کسی کو سخت بھوک یا پیاس لگ جائے جو اس کی برداشت سے باہر ہو تو دفع ضرر کی وجہ سے اس کے لئے بھی روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ اس کے دلائل وہ عموم ہے جو رفع مشقت اور تیسیر پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ فاتقوا الله ما استطعتم ﴾ (التغابن ۱۶) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ لا یکلف الله نفسا إلا وسعها ﴾ (البقرۃ ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وما جعل علیکم فی الدین من حرج ﴾ (الحج ۷۸) اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلكة ﴾ (البقرۃ ۱۹۵) اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

۴۔ جس کو مجبور کر کے اس کا روزہ توڑ دیا جائے مثلاً ایک آدمی دوسرے آدمی کا منہ کھول کر اس میں زبردستی کوئی چیز ڈال دے یا اس کو سخت ڈرایا جائے یعنی اسے کہا جائے پانی پیو ورنہ تمھیں قتل کر دیا جائے گا۔

۵۔ سویا ہوا شخص اگر نیند میں ہی کھا پی لے تو اس پر قضاء نہیں ہے۔ اور ایسے ہی بے ہوش اگر بے ہوشی کے عالم میں کھا پی لے تو وہ بھی بھولنے والے ہی کے طرح ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر(10)﴾

﴿روزہ توڑنے والی اشیاء﴾

کئی ایک اعمال ہیں جن کے کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) کھانا۔

(۲) پینا۔

کھانے پینے کی کسی بھی چیز کو کسی بھی طریقے سے جان بوجھ کر پیٹ تک لے جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم و كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل ﴾(البقرة۱۸۷) اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالی کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

۲۔سنت سے اتنے زیادہ دلائل ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔روزہ نام اس چیز کا ہے کہ انسان اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے روکے رکھے اور یہی روزہ توڑنے والی بنیادی اشیاء ہیں۔اس پر دلالت کرنے والی چند روایات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من نسی وهو صائم فأكل، أوشرب فليتم صومه، فإنما أطعمه الله وسقاه☆ جس نے روزے کی حالت میں کھا پی لیا وہ اپنا روزہ مکمل کرے بے شک اللہ تعالی نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ الصیام جنة فلا يرفث ولا يجهل، وإن امرؤ قاتله أو شاتمه فليقل إني صائم مرتين، والذي نفسي بيده لخلوف فم الصائم أطيب عندالله تعالى من ريح المسك، يترك طعامه وشرابه و شهوته من أجلي، الصيام لي وأنا أجزي به، والحسنة بعشر أمثالها☆

روزہ ڈھال ہے۔ پس (روزہ دار) گناہ اور جہالت کا کوئی کام نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس سے جھگڑے، یا گالی گلوچ کرے تو یہ اسے دو مرتبہ کہہ دے بے شک میں تو روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس ہاتھ میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ سے نکلنے والی بو اللہ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاک ہے۔ کیونکہ (روزہ دار) کھانا، پینا اور شہوت صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ پس روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کہ جزاء دوں گا۔ اور نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه و شرابه ☆ جو شخص جھوٹی بات اور جھوٹی بات پر عمل ترک نہیں کرتا اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا

چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(صحیح بخاری)

اور اس طرح کی بے شمار روایات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ کھانا پینا روزہ توڑنے والی اشیاء ہیں۔

امت کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ دوران روزہ کھانے پینے سے رکنا واجب ہے۔اور جس نے جان بوجھ کر کھاپی لیا تو اس کا روزہ باطل ہے۔

یہاں پر دو ایسے مسائل ہیں جن کی طرف توجہ ضروری ہے۔

پہلا مسئلہ:

جو شخص بھول کر کھاپی لے تو دیکھنے والا اس کو روکے یا نہیں؟

جس نے بھول کر کھاپی لیا تو اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر قضاء بھی نہیں ہے۔اس کے دلائل یہ ہیں۔

ا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ ربنا لاتؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا ﴾(البقرة ۲۸۷) اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں☆قد فعلت ☆میں نے ایسا ہی کیا۔(صحیح مسلم)

۲۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان و ما استكرهوا عليه☆بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی غلطی،بھول اور جس پر انہیں مجبور کر دیا جائے،سے تجاوز فرما دیا ہے۔(صحیح سنن ابن ماجہ)

۳۔حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من نسی وھو صائم فأکل أو شرب فلیتم صومه ، فإنما أطعمه الله وسقاه☆ جس روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا وہ اپنا روزہ مکمل کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسے کھلایا پلایا ہے۔(بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے روزہ مکمل کرنے کا حکم دیا اور علت یہ بیان فرمائی کہ اس کو اللہ تعالی نے کھلایا پلایا ہے۔ اس لئے جو شخص کسی کو کھاتے ، پیتے دیکھ رہا ہو تو اسے متنبہ کرنا چاہیے کہ وہ روزہ دار ہے اور اسے کھانا ، پینا مکمل کرنے کے لئے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ کہنا کہ ☆ فإنما أطعمه الله وسقاه ☆ اللہ تعالی نے اسے کھلایا پلایا ہے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس بارے میں شیخ عبداللہ البسام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالی نے اپنے لطف وکرم سے اس کے لئے یہ کھانا ، پینا آسان کر دیا کہ اسے حالت روزہ بھول گیا تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے یہ رزق مباح ہو گیا۔(توضیح الأحکام للبسام)

دوسرا مسئلہ:

اگر کوئی شخص دن کے وقت اپنے دانتوں میں کھانے کے ذرات پاتا ہے وہ کیا کرے؟

اس مسئلہ کہ دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: وہ ذرات اتنے کم ہیں کہ انہیں باہر پھینکنا ممکن نہیں تو اس صورت میں اگر

وہ نگل لیتا ہے تو اس کا روزہ درست ہے کیونکہ وہ تھوک کی مانند ہے۔ اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ (الإجماع، المغنی)

دوسری حالت: اگر وہ ذرات زیادہ ہوں کہ انہیں باہر پھینکنا ممکن تھا اور اس نے باہر پھینک دیئے تو پھر اس پر کچھ نہیں اس کا روزہ صحیح ہے اور اگر اس نے نگل لیا تو پھر احتیاطا وہ اس روزہ کی قضا کرے۔

(۳) جماع

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: جس شخص نے رمضان میں دن کے وقت جماع کر لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ أحل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم هن لباس لكم وأنتم لباس لهن علم الله انكم كنتم تختانون أنفسكم فتاب عليكم و عفا عنكم فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل ﴾(البقرة ۱۸۷) روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔ تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالی کو علم ہے اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا۔ اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالی کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ

سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور جماع کرنے کو مباح قرار دیا ہے۔ لہذا ان چیزوں سے رکے بغیر روزہ درست نہیں ہو سکتا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول مکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ☆ **وما ذاك** ☆ کیا ہوا۔ کہنے لگا میں نے رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ☆**هل تجد رقبة** ☆ کیا تو گردن آزاد کر سکتا ہے؟ کہنے لگا: نہیں۔ آپ نے پھر اس سے دریافت فرمایا: ☆ **هل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين** ☆ کیا تو دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟۔ کہنے لگا: نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا: ☆**فتستطيع أن تطعم ستين مسكينا** ☆ کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ (اتنی دیر میں) ایک انصاری صحابی ایک بڑی پلیٹ (پرات) میں کھجوریں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ☆**إذهب بهذا فتصدق به** ☆ جاؤ یہ (کھجوریں) لے جا کر صدقہ کر دو۔ وہ آدمی کہنے لگا: کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دیکر مبعوث فرمایا ہے دو سیاہ پتھروں کے درمیان (پورے مدینہ شہر میں) کوئی ہم سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ☆ **إذهب فأطعمه أهلك** ☆ جاؤ پھر اپنے اہل خانہ کو کھلا دے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ فرضی روزے میں جماع حرام ہے اور جان بوجھ کر

جماع کرنا ناقض روزہ ہے۔ (مراتب الإجماع، المغنی، بدایۃ المجتھد)

دوسری وجہ:

جس شخص نے جان بوجھ کر رمضان کے دن میں جماع کرلیا اسکا کیا حکم ہے۔

رمضان کے دن میں جان بوجھ کر جماع کرنے والے شخص پر کفارہ ہے قضاء نہیں۔ کیونکہ مذکورہ روایت میں نبی ﷺ نے اعرابی کو قضاء کا حکم نہیں دیا۔ اور وہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: رمضان کے روزے میں جماع کرنے والے شخص کو قضاء کا حکم دینا ضعیف ہے۔ اس کو کئی ایک حفاظ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ جبکہ مذکورہ روایت کئی اسناد سے صحیحین میں وارد ہے۔ لیکن کسی بھی صحابی نے قضاء کا حکم ذکر نہیں کیا۔ اگر قضا کا حکم ہوتا تو تمام راوی کبھی بھی اس حکم کو ترک نہ کرتے کیونکہ وہ شرعی حکم تھا جس کو بیان کرنا واجب تھا چونکہ حکم ثابت نہیں اس لئے اسے قضاء کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

تیسری وجہ:

کفارہ جماع پر دو مسائل اہم ہیں۔

پہلا مسئلہ: رمضان کے دن میں جماع کرنے والے پر کفارہ تین طرح کا ہوگا۔

۱۔ وہ ایک مومن گردن آزاد کرے۔

۲۔ پے درپے دو مہینوں کے روزے رکھے۔

گردن کے آزادی سے روزوں کی طرف اس وقت آیا جائے گا جب گردن آزاد

کرنے کی استطاعت نہ ہو یا گردن نہ ملے۔ اور پھر روزے تسلسل سے رکھنا ضروری ہیں اِلا یہ کہ عذر شرعی پیش آ جائے جیسے عیدین، ایام تشریق یا عورت کے لئے ایام حیض ونفاس۔ یا کوئی حسی عذر پیش آ جائے۔ جیسے بیماری یا سفر۔ لیکن سفر صرف افطار کی نیت سے نہ ہو۔ اگر اس شخص نے عذر صحیح کے بغیر ایک روزہ بھی ترک کیا تو نئے سرے سے روزوں کی ابتداء کریگا تاکہ تسلسل برقرار رہے۔

۳۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

روزوں سے کھانے کی طرف اس وقت آیا جائے گا جب وہ شخص کسی صحیح مانع کی وجہ سے روزے رکھنے سے قاصر ہو۔ جیسا کہ وہ بیمار ہو یا روزہ رکھنے سے بیماری لگنے کا خطرہ ہو۔ لیکن جس کو صرف مشقت اور تنگی ہو تو اس کے لئے کھانا کھلانا جائز نہیں۔

(ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے مراد) ہر مسکین کو اچھی گندم یا چاول سے ایک مد ادا کرنا ہے۔ جس کا وزن تقریباً ۵۶۲،۵ گرام بنتا ہے۔ کیونکہ صاع تقریباً سوا دو کلو کا ہوتا ہے۔

تنبیہ:

اگر کسی کے پاس گردن آزاد کرنے کی طاقت نہیں تو اس نے روزے شروع کر دیئے پھر بعد میں وہ قادر ہو گیا تو اب روزے چھوڑنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر خود چاہے تو چھوڑ سکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ: مذکورہ کفارے ترتیب وار ہیں نہ کہ اختیار پر۔

اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت ہے۔ اور اسی طرح سورہ مجادلہ کی

آیات جن میں ظہار کا کفارہ بھی روزہ چھوڑنے والے کے کفارہ کی مانند ہے۔ یعنی علی الترتیب اس کی ادائیگی واجب ہے۔

تنبیہ:

اگر آدمی تینوں طرح کے کفارہ سے عاجز آجائے تو کیا اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا؟

جی ہاں۔ عاجز آجانے والے پر کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اسے کھجوریں دیں تو اس نے اپنی حاجت پیش کی تو آپ نے فرمایا: ☆ إذهب فأطعمه أهلك ☆ جاؤ اپنے اہل خانہ کو کھلا دو۔ اور سے کوئی دوسرا کفارہ ادا کرنے کا حکم بھی نہیں دیا۔

چوتھی وجہ:

رمضان کے دن میں جماع کی صورتیں اور کفارہ کے اوصاف۔

یاد رہے کہ جماع سے مراد دخول ہے خواہ قبل میں ہو یا دُبر میں، مذکر میں ہو یا مؤنث میں۔ جماع کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

پہلی صورت:

مثال کے طور پر کسی آدمی نے آج دوپہر کے وقت جماع کیا اور ظہر کے بعد کفارہ دے دیا پھر عصر کے بعد دوسری مرتبہ جماع کر لیا۔ یعنی ایک دن میں دو مرتبہ جماع کیا لیکن کفارہ ایک ہی مرتبہ دیا تو اس پر دوسرا کفارہ واجب نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ پہلے جماع سے ہی اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اس نے اس کا کفارہ بھی ادا کر دیا

تو دوسرے جماع کے وقت حقیقت میں وہ روزہ دار ہے ہی نہیں۔ اور کفارہ اس وقت لازم آتا ہے جب روزہ ٹوٹ جائے۔

دوسری صورت:

اگر ایک آدمی آج جماع کرے پھر کفارہ ادا کردے اور پھر دوسرے دن جماع کرے تو اس پر بلا اختلاف کفارہ واجب ہے۔

تیسری صورت:

اگر کسی نے شروع دن میں جماع کیا پھر آخر دن میں جماع کیا لیکن کفارہ نہیں دیا تو اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہے کیونکہ اس نے جس دن کی حرمت پامال کی ہے وہ ایک ہے لہذا اس پر ایک ہی کفارہ لازم آئے گا۔

چوتھی صورت:

اگر کسی آدمی نے کئی مرتبہ جماع کیا لیکن کفارہ نہیں دیا تو اس پر ایک ہی کفارہ لازم آئے گا۔ کیونکہ کفارہ کو لازم کرنے والا سبب وموجب ایک ہی ہے اور وہ ہے جماع۔ اور کفارات بھی ایک ہی جنس کے ہیں تو ایک ہے کفارہ کافی ہے۔ جیسا کہ ایک آدمی نے کئی قسمیں اٹھائی ہوں اور پوری نہ کرسکا ہو تو اس پر ایک ہی کفارہ ہے۔ یا آپ یوں سمجھیں کہ اگر کسی کو کئی بار پیشاب کی حاجت ہو تو سب سے ایک ہی مرتبہ وضو کافی ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اس میں بہت بڑی مشقت لازم آتی ہے۔ مثلاً اگر کسی نے چار مرتبہ جماع کرلیا تو اس پر آٹھ مہینے کے روزے لازم آتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

یاد رہے: یہ صرف اس کے لئے ہے جس سے ایسا معاملہ سرزد ہو چکا ہو اس لئے نہیں کہ لوگ آسان سمجھ کر اس مہینے کی حرمت پامال کرتے رہیں۔

مسئلہ:

اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے جماع کیا اور فجر طلوع ہو چکی تھی؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ایک آدمی طلوع فجر کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اور اسے یقین ہے کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی۔ لیکن بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس پر کیا واجب ہے؟

آپ نے جواب دیا: اس مسئلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

پہلا: یہ کہ اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ یہ مذہب امام احمدؒ کا مشہور قول ہے۔

دوسرا: یہ کہ اس پر صرف قضا لازم ہے۔ یہ امام احمدؒ کا دوسرا قول، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے۔

تیسرا: یہ کہ اس پر نہ قضاء ہے نہ کفارہ۔ یہ اسلاف کی بہت بڑی جماعت کا مذہب ہے جن میں حضرت سعید بن جبیر، امام مجاھد، امام حسن، امام اسحاق اور امام داؤد رحمھم اللہ اور ان کے شاگرد شامل ہیں۔

ان اصحاب کا کہنا ہے: کہ اگر کوئی شخص اس خیال سے کھالے کہ فجر طلوع ہو چکی ہے اور فجر طلوع نہ ہوئی ہو تو اس پر قضاء نہیں ہے۔ یہ قول سب اقوال سے صحیح ہے اور اصول شریعت اور کتاب وسنت کے دلائل سے زیادہ قریب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ

اللہ تعالی نے بھولنے والے اور خطأ کرنے والے سے مؤاخذہ ختم کر دیا ہے۔ اور اس نے بھی غلطی سے ایسا کیا ہے۔ تو ایسے شخص کو اللہ تعالی نے کھانے، پینے اور جماع کی اس وقت تک اجازت دی ہے جب تک صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے نمایاں نہ ہو جائے۔ اور سحری کو مؤخر کرنا مستحب بھی ہے۔ تو جس نے مندوب کام کیا اور کسی قسم کی کمی نہیں کی تو اس کا عذر بھولنے والے کی نسبت زیادہ مقبول ہے۔

پانچویں وجہ:

کیا عورت پر بھی مرد ہی کی طرح کفارہ ہے؟

جی ہاں: عورت پر بھی مرد ہی کی طرح کفارہ ہے جب تک کہ وہ بھولنے یا مجبور کر دینے جیسے چیز سے معذور نہ ہو۔ یعنی اگر وہ بھول جائے یا اس سے جبراً جماع کیا جائے تو ایسی صورت میں وہ معذور متصور ہوگی۔ اور اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔

چھٹی وجہ:

جاہل اور بھول جانے والا اگر جماع کر لے تو کیا ان پر کفارہ ہے؟

صحیح بات یہی ہے کہ ان پر نہ قضاء ہے نہ کفارہ۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿ ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا ﴾ (البقرة ٢٨٦) اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں ☆قد فعلت☆ میں نے ایسا ہی کیا۔ (صحیح مسلم)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه☆ بے

شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بھولنے، غلطی کرنے اور مجبور کر دیئے جانے سے تجاوز فرما دیا ہے۔ (صحیح سنن ابن ماجہ)

۳۔ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھول کر جماع کرنے والے پر دینی ودنیاوی کسی قسم کی سزا یا کفارہ نہیں ہے۔ (فتاوی لجنۃ دائمۃ فتوی نمبر ۱۵۰۲)

ساتویں وجہ:

جماع کا کفارہ کیا رمضان کے ساتھ خاص ہے یا تمام روزوں پر ہے؟

یہ کفارہ خاص طور پر رمضان کے دنوں کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ اگر قضاءِ رمضان یا کفارۂ قسم، نذر یا عام نفلی روزے ہوں تو ان میں یہ کفارہ نہیں ہے۔ (مجموع فتاوی ابن باز، الشرح الممتع)

آٹھویں وجہ:

اس آدمی کا کیا حکم ہے جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی؟

جو جنابت کی حالت میں صبح کرے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ اگرچہ غسل طلوع فجر کے بعد ہی کرے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: ☆ **كان النبي ﷺ يدركه الفجر في رمضان من غير حلم فيغتسل ويصوم** ☆ نبی ﷺ رمضان میں فجر اس حال میں کرتے کہ آپ بغیر احتلام (جماع سے) جنبی ہوتے تو آپ غسل فرما لیتے اور روزہ رکھتے۔ (بخاری و مسلم)

ابن ہبیرہؒ اور امام نوویؒ نے اس پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (شرح مسلم للنووی، اختلاف الآئمۃ العلماء)

(۴) بوسہ ومباشرت

اس پر دو وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: بوسہ۔

بوسہ سے مراد بیوی یا اس کے علاوہ کو چومنا ہے۔ اس کو تین حالات پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلی حالت: بوسہ مطلق طور پر شہوت کے بغیر ہو۔ جیسے اپنی اولاد کو بوسہ دینا۔ یا سفر سے واپس آنے والے کو بوسہ دینا۔ اس کا کوئی حرج اور اس پر کوئی قدغن نہیں کیونکہ یہ اصلاً جائز ہے۔

دوسری حالت: بوسہ سے شہوت تو بھڑکتی ہو لیکن انزال کی وجہ سے روزہ کے فاسد ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ تو اس کا بھی کوئی حرج نہیں۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں ☆ کان النبی ﷺ یقبل ویباشر وھو صائم وکان أملککم لإربہ ☆ نبی ﷺ بحالت روزہ بوسہ دیتے اور مباشرت بھی کرتے تھے (یعنی بیوی کے بدن کے ساتھ بدن لگا لیتے تھے اس سے اردو میں مستعمل مباشرت مراد ہرگز نہیں ہے) لیکن وہ تم سب سے بڑھ کر اپنی شہوت پر قابو پانے والے تھے۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا روزہ دار بھی بوسہ دے سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ☆ سل ھذہ لأم سلمۃ ☆ یہ آپ ام سلمہ

سے پوچھ لیں۔(ان سے پوچھنے پر) انہوں نے بتایا: ☆أن رسول الله ﷺ یصنع ذلك ☆ کہ رسول اللہ ﷺ تو ایسا کر لیتے ہیں۔تو وہ نبی ﷺ سے کہنے لگے۔اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالی نے آپ کے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔آپ نے فرمایا: ☆والله إني أتقاکم لله و أخشاکم له☆ اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے اور خشوع کرنے والا ہوں۔(صحیح مسلم)

۳۔حضرت مسروقؒ کا اثر ہے فرماتے ہیں میں نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا روزہ کی حالت میں خاوند اپنی بیوی سے کیا کر سکتا ہے؟ آپ کہنے لگیں: (کل شيء إلا الجماع) جماع کے علاوہ ہر عمل درست ہے۔(رواہ عبدالرزاق بسند صحیح)

تیسری حالت:

بوسہ سے شہوت بھڑکتی ہو اور انزال کی وجہ سے روزے کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو۔

ایسی صورت میں بوس و کنار حرام ہے۔اس حالت کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔ بوسہ دینے سے مذی کا خروج ہو۔تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ اس سے غسل واجب ہوتا ہے۔یہ پیشاب کے مشابہ ہے۔حضرت عائشہؓ کی گزشتہ روایت ،کہ نبی ﷺ بوس و کنار اور مباشرت کرتے تھے، کا مفہوم بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جب انسان یہ عمل کرتا ہے تو غالبا مذی کا خروج ہو ہی جاتا ہے۔اور احتمال کے وقت تفصیل کو ترک کر دینا بات کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ جب بوسہ دینے سے منی کا اخراج ہو جائے تو یہ روزہ کو فاسد کر دینے والی

ہے۔اس کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایات کا مفہوم۔

۲۔اس پر اجماع امت ہے۔

۳۔کیونکہ اس طرح کا انزال اس جماع کے ہی مشابہ ہے جس میں فرج سے باہر ہی انزال ہو۔

۴۔امام نوویؒ فرماتے ہیں اگر بوسہ کی وجہ سے منی نہ نکلے تو روزہ باطل نہیں ہوتا۔

اس معاملہ میں نوجوانوں کو احتیاط سے کام لینا چاہئے کیونکہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے روزہ دار کیا اپنی بیوی کے ساتھ لیٹنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا تو آپ نے اسے اجازت دے دی، پھر ایک دوسرے آدمی نے یہی سوال کیا تو آپ نے منع فرما دیا۔پس جس کو اجازت دی گئی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع کیا گیا تھا وہ نوجوان تھا۔(صحیح ابوداؤد)

دوسری وجہ: مباشرت۔

یہ ہے کہ خاوند بغیر کسی پردے کے اپنا جسم اپنی بیوی کے جسم سے لگائے۔اس میں وہی اقوال ہیں جو بوس و کنار کے ضمن میں گزر چکے ہیں اور اس کا حکم بھی بوسہ والا ہی ہے۔

(۵)قے کرنا

اس پر دو وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: قے کی تعریف۔

جان بوجھ کر معدہ سے کھانا، پینا منہ کے ذریعہ باہر نکالنا، خواہ انگلی کے ذریعے ہو یا کسی بھی ذریعے سے۔

دوسری وجہ:

قے کی دو حالتیں ہیں۔

ا۔ قے آدمی پر غالب آجائے اور بغیر اختیار خارج ہو جائے۔ تو اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ ناقض روزہ نہیں ہے۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں: (لا أعلم بين اهل العلم فيه اختلافا) مجھے اہل علم کا اس بارے میں اختلاف معلوم نہیں ہے۔ (معالم السنن)

اور ابن قدامہؒ کہتے ہیں (هذا عامة قول أهل العلم) یہ اہل علم کا عام قول ہے۔ (المغنی)

۲۔ اگر جان بوجھ کر قے کی جائے تو یہ ناقض روزہ ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے۔ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ☆من ذرعه القيئ فليس عليه قضاء ومن استقاء عمدا فليقض ☆ جس پر قے غالب آجائے اس پر قضاء نہیں اور جان بوجھ کر قے کرے تو اس پر قضاء لازم ہے۔ (صحیح ترمذی، ابوداؤد، احمد)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: جس بھی طریقے سے قے کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کرے وہ ناقض روزہ ہے۔ خواہ انگلی مارے یا کوئی ایسی چیز سونگھ لے جس سے قے آجائے۔ یا پیٹ کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر دبائے۔ عام طور پر قے کرنے کے لئے یہی طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قے کے بارے میں جمہور نے تفریق کی ہے۔جس پر قے غالب آ گئی تو وہ ناقض روزہ نہیں ہیں۔اور اگر جان بوجھ کرقے کر ڈالی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔(فتح الباری)

تنبیہ:

اگر آدمی کو قے آ رہی ہو تو کیا اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے؟

نہیں اس کو روکنا نہیں چاہیے کیونکہ اگر خود بخود قے آ جائے تو وہ ناقض نہیں ہے۔

(٦) سینگی لگوانا

اس پر دو وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: سینگی کی تعریف۔

یہ ایک خاص آلے سے جلد کے مخصوص حصے کو چھید کر خون نکالنا ہے۔

دوسری وجہ: کیا سینگی ناقض روزہ ہے۔

نہیں سینگی، نہ لگانے والے کے لئے ناقض روزہ ہے اور نہ ہی لگوانے والے کے لئے۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے: ☆أن النبی ﷺ احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم ☆ کہ نبی ﷺ نے احرام اور روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔(بخاری)

۲۔حضرت ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں: ☆ رخص رسول اللہ ﷺ فی الحجامة للصائم ☆ رسول مکرم ﷺ نے روزہ دار کو سینگی لگوانے کی اجازت د

ی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

(رخص کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے ممنوع تھی بعد میں رخصت دی گئی)

۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کہتے ہیں مجھے صحابہ کرام میں سے ایک نے بتلایا کہ: ☆ نهى رسول الله ﷺ عن الحجامة والمواصلة ولم يحرمهما إبقاء على أصحابه ☆ (صحیح ابوداؤد، مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ پر شفقت کرتے ہو سینگی لگوانے اور وصال کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن انہیں حرام قرار نہیں دیا۔

اس روایت میں إبقاء على أصحابه کے الفاظ نہی کے متعلق ہیں۔ یعنی نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کا خیال کرتے ہوئے سینگی لگوانے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ جب آدمی سینگی لگواتا ہے تو کمزور ہو جاتا ہے۔ اور ایسے ہی روزے کو وصال کرنے سے بھی کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ پس یہ نہی تحریم پر نہیں بلکہ کراہت پر دلالت کرتی ہے۔

۴۔ ثابت البنانی رحمہ اللہ کا اثر ہے۔ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک ؓ سے سوال کیا گیا: (أكنتم تكرهون الحجامة للصائم؟ قال: لا إلا من أجل الضعف..... وفي رواية ..... على عهد النبي ﷺ)(بخاری)

کیا تم روزہ دار کے لئے سینگی لگانے کو ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں ۔ صرف کمزوری کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک اور روایت میں ...... رسول اللہ ﷺ کے عہد ...... کے الفاظ بھی ہیں۔

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ سینگی کو اس لئے مکروہ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ ناقض روزہ ہے بلکہ اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ روزہ دار کمزور ہو کر کہیں روزہ افطار نہ کر دے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مکروہ نہ سمجھنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ ناقض روزہ نہیں ہے۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: تمام روایات کو یوں جمع کیا جائے گا کہ سینگی اس شخص کے حق میں مکروہ ہے جو اس سے کمزور ہو جائے۔ اور اس کے حق میں کراہت اور بڑھ جائے گی جو کمزوری کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کے قریب ہو جائے۔ اور اس کے حق میں مکروہ نہیں جو کمزور نہیں ہوتا۔ بہر حال روزہ دار کے لئے سینگی نہ لگوانا افضل ہے۔

جو لوگ سینگی کی حرمت کے قائل ہیں ان کی دلیل حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ☆ أفطر الحاجم والمحجوم ☆ (صحیح سنن ابی داؤد) سینگی لگانے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر لیا۔

مسئلہ:

اگر روزہ دار کے جسم سے خون یا پیپ وغیرہ بغیر سینگی لگوائے بہہ جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر کسی زخم کی وجہ سے خون یا پیپ وغیرہ خواہ کم ہو یا زیادہ روزہ دار کے جسم سے بہہ جائے تو اسے روزہ ترک نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ بے اختیار نکلا ہے۔

(۷) منی خارج کرنا

روزہ دار کے انزال کی کئی حالتیں ہیں۔

پہلی حالت:

ایک ہی نظر سے منی خارج ہو جائے۔ (یہ معاف ہے) اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ ایک نظر تو معاف ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ☆ یا علی لا تتبع النظرة النظرة فإن لك الأولى وليست لك الأخرة ☆ اے علیؓ ایک نظر کے پیچھے دوسری کو نہ لگاؤ کیونکہ پہلی نظر تو معاف ہے دوسری نہیں۔ (حسن، ابوداؤد، ترمذی، احمد)

دوسری حالت:

احتلام کی وجہ سے منی خارج ہو جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ وہ سویا ہوا ہے اور سویا ہوا شخص مرفوع القلم ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفيق، وعن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبى حتى يحتلم ☆ تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ دیوانہ یہانتک کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ سویا ہوا یہانتک کہ بیدار ہو جائے۔ اور بچہ یہانتک کہ وہ جوان ہو جائے۔ (صحیح ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔

تیسری حالت:

عمل کے بغیر صرف جماع کی سوچ سے ہی منی خارج ہو جائے تو یہ بھی ناقض

روزہ نہیں ہے۔ (الشرح الممتع)

کیونکہ اس نے نہ تو کوئی عمل کیا ہے اور نہ ہی کوئی بات کی ہے صرف اور صرف ذہنی خیال ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ فرماتے ہیں: ☆ إن الله تجاوز عن أمتي ما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم ☆ بلاشبہ اللہ تعالی نے میری امت کے خیالات سے تجاوز فرما دیا ہے جب تک اس کے مطابق عمل یا کلام صادر نہیں ہو جاتی۔ (بخاری و مسلم)

چوتھی حالت:

مباشرت کی وجہ سے منی کا خارج ہو جانا ناقض روزہ ہے اور اس پر قضاء ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ☆ يترك طعامه وشرابه و شهوته من أجلي ☆ وہ اپنا کھانا، پینا اور شہوت کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ (بخاری)

پانچویں حالت:

مشت زنی سے منی نکالنا بھی ناقض روزہ ہے۔ اور ایسے شخص پر قضاء لازم ہے۔ اس کی دلیل بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت ہے۔ ☆ يترك طعامه وشرابه و شهوته من أجلي ☆ وہ اپنا کھانا، پینا اور شہوت کو میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ (بخاری)

مسئلہ: روزہ دار سے اگر مذی خارج ہو تو کیا حکم ہے؟

روزہ دار سے اگر مذی خارج ہو جائے خواہ نظر کی وجہ سے ہو، خواہ سوچ، مشت زنی، یا

مباشرت (بیوی کے بدن کے ساتھ بدن مل جانا) وغیرہ کی وجہ سے ہو وہ ناقض روزہ نہیں ہے۔ کیونکہ مذی کی وجہ سے غسل واجب نہیں ہوتا جیسے کہ منی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مذی ناقض روزہ نہیں ہے خواہ بوسہ کی وجہ سے نکلے یا سوچ اور مباشرت کی وجہ سے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا ہے۔ (الإختیارات ۱۰۸)

(۸) حیض ونفاس

عورت جب بھی حیض یا نفاس کا خون دیکھ لے اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ خواہ شروع دن میں ہو یا آخر دن میں۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ☆ **أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم** ☆ کیا ایسے نہیں ہے کہ جب اس کو حیض آتا ہے تو نہ وہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ (بخاری)

۲۔ حضرت معاذہ عدویہ بیان فرماتی ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضاء دیتی ہے نماز کی نہیں؟ آپؓ نے فرمایا: کیا تو حروریہ ہے؟ میں نے کہا نہیں میں نے تو صرف سوال کیا ہے۔ آپ کہنے لگیں: ☆ **كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة** ☆ ہمیں اس حالت سے واسطہ پڑتا تھا تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا ہے نماز کا نہیں۔ (صحیح مسلم)

۳۔علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیض ونفاس والی عورت پر روزہ حرام ہے اور قضاء واجب ہے۔ یہ مسئلہ پیچھے بھی گزرا ہے

(۹) فرضی روزہ چھوڑنے کا پختہ عزم کرنا

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ:

اگر کسی آدمی نے سفر کا ارادہ کیا اور روزہ چھوڑنے کا پختہ عزم کرلیا تو کیا صرف نیت کرنے سے ہی روزہ ٹوٹ جائیگا۔ یا ضروری ہے کہ روزہ توڑنے والی کسی چیز کو استعمال کرے۔ جیسے کھانا، پینا، جماع کرنا وغیرہ۔

دوسری وجہ:

اگر آدھا دن گزر جانے کے بعد وہ روزہ توڑنے کی نیت کرتا ہے تو کیا حکم ہے۔
صحیح بات یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس وقت تک اس کا روزہ برقرار رہے گا جب تک وہ کسی روزہ توڑنے والی چیز کو استعمال نہیں کرلیتا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی دوران نماز بات کرنے کا ارادہ کرلے لیکن بات نہ کرے تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔ ایسے ہی صرف روزہ توڑنے کی نیت کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک کچھ کھا پی نہ لیا جائے۔

تیسری وجہ:

اگر نیت میں متردد ہے۔ پختہ عزم نہیں تو کیا روزہ فاسد ہو جائے گا؟

اس کا روزہ صحیح ہے اور تردد کوئی مانع نہیں ہے۔ کیونکہ نیت اس وقت تک باقی ہے جب تک عمل سرزد نہیں ہو جاتا۔

چوتھی وجہ:

نفلی روزے میں روزہ چھوڑنے کا پختہ عزم کرنا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اگر آدمی نفلی روزے میں روزہ توڑنے کا عزم کر لے اور پھر روزہ مکمل کرنے کا پختہ عزم نہ کرے تو اس کا روزہ درست نہیں۔ کیونکہ نیت منقطع ہو چکی ہے۔ جب تک دوسری نیت نہ پائی جائے اس وقت تک وہ ایسے ہی ہے۔ جیسے اس نے نیت کی ہی نہیں۔ ہاں اگر دوبارہ نیت کر لے تو اس کا روزہ درست ہوگا۔

لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اگر روزہ توڑنے کا پختہ عزم کر لیا مگر روزہ توڑنے والا کوئی عمل نہیں کیا تو اس کا روزہ درست ہے خواہ فرضی ہو یا نفلی۔

یہاں دو مسائل ہیں جن کی طرف توجہ ضروری ہے۔

پہلا مسئلہ: روزہ توڑنے والی چیزوں میں ان شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط:

روزہ دار کو روزہ یاد ہو۔ کیونکہ اگر بھول کر ان (روزہ توڑنے والے) اعمال میں سے کوئی عمل کر بیٹھا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من نسي وهو صائم فأكل أو شرب فليتم صومه إنما أطعمه الله وسقاه ☆ جس نے روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا تو وہ اپنا روزہ

پورا کرے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالی نے کھلا یا پلایا ہے۔ (متفق علیہ)

دوسری شرط:

اس نے یہ عمل اپنے اختیار سے کیا ہو۔ اگر بغیر اختیار کے کوئی عمل ہو گیا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من ذرعه القئی فلیس علیه قضاء ومن استقاء عمداً فلیقض ☆جس پر قے غالب آ گئی اس پر قضاء نہیں۔ قضاء اس پر ہے جس نے عمداً قے کی۔ (صحیح ترمذی ،ابوداؤد، احمد)

اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ ﴿ لایکلف الله نفسا إلا وسعها ﴾(البقرة ٢٨٦) اللہ تعالی کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اللہ تعالی کے اس فرمان کا عموم بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿ ولیس علیکم جناح فیما أخطأتم به ولکن ما تعمدت قلوبکم وکان الله غفورا رحیما ﴾(البقرة ١٩٨) تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ گناہ وہ ہے جس کا ارادہ تم دل سے کرو۔ اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اس پر ہی باقی روزہ توڑنے والی چیزوں کو قیاس کیا جائے گا۔ (مگر حیض ونفاس بغیر اختیار شروع ہونے پر روزہ ٹوٹ جاتا ہے)۔

تیسری شرط:

روزہ دار کو ان احکام کا علم ہو۔ اگر وہ جاہل ہو تو اس کی جہالت کی وجہ سے اسے

معذور سمجھا جائے گا۔ کیونکہ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت ﴿ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود ﴾ نازل ہوئی اور ﴿ من الفجر ﴾ کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے تو لوگ جب روزہ رکھنے لگتے تو سفید اور سیاہ دھاگے پاؤں سے باندھ لیتے اور جب تک ان کی رؤیت واضح نہ ہو جاتی کھاتے پیتے رہتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿ من الفجر ﴾ کے الفاظ نازل فرما دیئے تو انہیں علم ہوا کہ اس سے مراد تو دن اور رات ہیں۔ اور نبی ﷺ نے انہیں قضاء کرنے کیا حکم نہیں دیا۔ (متفق علیہ)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی روایت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے فرماتی ہیں: ☆ أفطرنا علی عهد النبی ﷺ یوم غیم ثم طلعت الشمس ☆ ہم نے نبی ﷺ کے دور میں بادلوں والے دن روزہ افطار کر لیا بعد میں سورج نکل آیا۔ لیکن نبی ﷺ نے انہیں قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا۔ (صحیح بخاری)

یہ روزہ توڑنے والی چیزوں میں عام ہے۔

دوسرا مسئلہ: جس نے رمضان میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا اس کا کیا حکم ہے؟

جس نے رمضان المبارک میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا اس کے بارے میں شدید وعید آئی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ بیان فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ☆بینما أنا نائم أتانی رجلان فأخذا بضبعیّ فأتیا بی جبلا وعرا فقالا: اصعد فقلت: إنی لا أطیقه فقالا: سنسهله لك، فصعدت حتی إذا کنت ف سواء الجبل، فإذا أنا بأصوات شدیدة

فقلت : ما هذه الأصوات ؟ قال : هذا عواء أهل النار ، ثم انطلق بی ، فإذا بقوم معلقين بعراقيبهم ، مشققة أشداقهم ، تسيل أشداقهم دما، فقلت من هؤلاء؟فقيل هؤلاء الذين يفطرون قبل تحلة صومهم☆

میں سویا ہوا تھا کہ دو آدمیوں نے آ کر مجھے بازوؤں سے پکڑا اور اس پہاڑ کے پاس لے آئے جس پر چڑھنا مشکل تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اس پر چڑھو۔ میں نے کہا۔ میں اس پر نہیں چڑھ سکتا۔ انہوں نے کہا ہم اس کو آپ کے لئے آسان بنا دیتے ہیں۔ پھر میں اس پر چڑھا جب میں اس کی چوٹی پر پہنچا تو میں نے بہت سخت آوازیں سنیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا۔ یہ کیسی آوازیں ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ اہل جہنم کا شور وغل ہے۔ پھر وہ مجھے لے کر چلے۔ اچانک میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کو پنڈلیوں سے باندھ کر لٹکایا ہوا تھا۔ ان کی باچھیں پھٹی ہوئی تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیتے تھے۔ (مستدرک حاکم، صحیح علی شرط مسلم)

اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو قبل از وقت افطار کرنے والوں کا عذاب دکھا دیا۔ کتنی بری صورت و ہیئت میں ان کو لٹکایا گیا ہے۔ جیسے قصائی ذبیحہ کو لٹکاتا ہے پاؤں اوپر، سر نیچے، باچھیں پھٹی ہوئیں اور ان سے خون کا بہنا اس کے لئے عبرت ہے جو رمضان کی حرمت کو پامال کرتا ہے۔ یا ارکان اسلام کے ایک رکن کو گرانا چاہتا ہے۔ رمضان میں بغیر عذر، جان بوجھ کر روزہ چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے گزشتہ روایت اس پر واضح دلالت کرتی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الکبائر'' میں بیان فرماتے ہیں : (الكبيرة العاشرة: إفطار رمضان بلاعذر و لا رخصة) رمضان میں بغیر عذر ورخصت کے روزہ چھوڑنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔(الکبائر ۶۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر قے کرنے والے پر قے غالب آ گئی ہو تو وہ معذور ہے اور وہ ان جملہ مریضوں میں سے ہے جن پر قضاء لازم ہے۔ان کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والوں میں سے نہیں جو بغیر عذر کے روزہ افطار کر لیتے ہیں۔(مجموع الفتاوی ۲۵/ ۲۲۵)

پس جس نے اس بہت بڑی معصیت کا ارتکاب کیا ہو وہ اللہ سے فوراً توبہ کرلے اور روزہ رکھے، اللہ کے عذاب سے ڈرے کیونکہ رمضان میں روزے کا چھوڑنا دل کے فساد اور شریعت کی اہانت پر دلالت کرتا ہے۔

مسئلہ: جس نے رمضان میں دن کے وقت جان بوجھ کر بغیر عذر روزہ افطار کرلیا کیا اس پر قضاء ہے؟

جی ہاں: اس پر قضاء ہے۔کیونکہ جو شریعت نے اس پر فرض کیا ہے اس نے اسکو پورا نہیں کیا۔مگر جس نے بغیر عذر جان بوجھ کر روزہ رکھا ہی نہیں تو اس پر قضاء نہیں ہے۔کیونکہ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔اس سے وہ روزہ قبول نہیں کیا جائے گا۔اسے چاہئے کہ وہ بکثرت توبہ واستغفار کرے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرتا رہے۔

اس میں قاعدہ یہ ہے: //أن كل عبادة مؤقتةبوقت معين فإنها إذا أخرجت عن ذلك الوقت المعين بلا عذر لم تقبل من صاحبها// بے شک ہر وہ

عبادت جو مخصوص وقت میں معین ہے اگر اس کو اس وقت میں بلا عذر ادا نہ کیا جائے تو وہ بعد میں قبول نہیں کی جاتی۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆ من عمل عملا ليس عليه أمر نا فهو رد ☆ جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔(متفق علیہ)

اور اس لئے بھی کہ اگر عبادت کو قبل از وقت ادا کر لیا جائے تو وہ قبول نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ اس کو بلا عذر جان بوجھ کر مؤخر کر دیا جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلا عذر نماز یا روزہ ترک کرنے والا قضاء نہ کرے کیونکہ وہ اس سے قبول ہی نہیں ہوگی۔ (الاختیارات ۱۰۹)

تنبیہ:

ایک حدیث عام لوگوں کے زبان زد عام ہے " من أفطر يوما من رمضان من غير عذر ولا مرض لم يقضه صوم الدهر وإن صام" جس نے رمضان کا ایک روزہ بیماری یا عذر کے ترک کر دیا تو اگر وہ زمانہ بھر روزے رکھتا رہے تو اس کی قضاء نہیں ہو سکتی۔ تو یہ ضعیف ہے۔(ضعیف ابوداؤد، ترمذی)

اہم قاعدہ:

جب آدمی کو شک ہو کہ کیا یہ چیز ناقض روزہ ہے یا نہیں تو اصل یہ ہے کہ وہ ناقض روزہ نہیں۔

کیونکہ عبادت اس وقت تک فاسد نہیں ہوتی جب تک ہمیں کوئی واضح دلیل نہ مل

جائے جو ہمارے لئے اللہ کے ہاں حجت ہو۔ بلکہ امام عبدالرحمٰن بن ناصر سعدیؒ فرماتے ہیں: کھانے، پینے، جماع اور سینگی کے علاوہ نواقض روزہ میں سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب جان بوجھ کر کیا جائے اور ان امور پر دوسرے امور کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان میں اور ان میں فرق ہے۔ لہذا اصل عدم تفطیر ہے (یعنی روزہ نہ توڑنا)۔

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (11)﴾

﴿مکروہات روزہ﴾

پہلا مکروہ: کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا۔

روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ حضرت لقیط بن صبرہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ .... وبالغ في الإستنشاق مالم تكن صائما ☆ جب تو روزہ دار نہ ہو تو ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کر۔ (صحیح ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

پس اگر کلی کرتے ہوئے یا ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے پانی پیٹ میں اتر گیا اور یہ عمل اس نے جان بوجھ کر کیا تو اس کا روزہ باطل ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اور اگر بغیر ارادہ وقصد پانی پیٹ میں اتر گیا تو روزہ صحیح ہے۔ کیونکہ وہ بھولنے والے کے مترادف ہے۔

مسئلہ: اگر روزہ دار کا منہ خشک ہو جائے جیسا کہ گرمی کے ایام میں عموماً ہو جاتا ہے۔ تو کیا وہ کلی کر سکتا ہے؟

جی ہاں: منہ گیلا کرنے کی غرض سے کلی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر بوقت ضرورت روزہ دار کو غرارہ کرنا پڑے تو کیا حکم ہے؟

اگر غرارہ کرنے سے پانی پیٹ میں نہیں جاتا تو درست ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کلی کرنے سے بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ کلی

وضو کے لئے ہو یا اس کے علاوہ۔ (المغنی)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا غرارے کرنے والی دوا استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: نہیں اس وقت تک روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اس کو نگل کر پیٹ میں نہ اتار لیا جائے۔ لیکن روزہ دار کو ایسا کرنے سے احتیاطاً گریز کرنا چاہیئے۔ یاد رہے روزہ صرف اس وقت ٹوٹتا ہے جب پیٹ میں کچھ پہنچ جائے۔ (فتاوی لابن عثیمین)

دوسرا مکروہ: چنگم۔

تعریف: ہر وہ چیز جو منہ میں ہی رہے اور اسے چبایا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ سخت اور قوی جو زائل نہ ہو۔ اگر ذائقہ نہ ہو تو یہ مکروہ نہیں کیونکہ اس کا کچھ بھی پیٹ میں نہیں جاتا۔ لیکن رمضان میں ایسا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر لوگوں کے سامنے ایسا کرے گا تو لوگ اس کے بارے میں بدگمانی کا شکار ہو جائیں گے کہ یہ روزے نہیں رکھتا۔

۲۔ نرم جو تھوک کے ساتھ مل جائے۔ یہ بھی اس وقت تک حرام نہیں جب تک تھوک حلق سے نیچے نہ اترے۔ چونکہ یہ ایک حرام فعل کا وسیلہ ہے۔ لہذا اس سے مطلق طور پر پرہیز ہی بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر منہ میں اس کا ذائقہ محسوس ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ صرف ذائقہ سے روزہ ٹوٹ جائے۔ ویسے بھی صرف ذائقہ ناقض روزہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر آدمی ننگے پاؤں تمۃ (ایک پھل) کو مسل دے تو اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوتا ہے۔ تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿بحث نمبر (12)﴾

﴿روزہ دار کے لئے مباح (جائز) اعمال﴾

پہلا مباح: مسواک۔

مسواک کی فضیلت میں کئی دلائل ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ لو لاأن أشق علی أمتی لأمرتھم بالسواك عند كل وضوء☆ اگر میں اپنی امت پر بوجھ نہ سمجھتا تو میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (بخاری)

۲۔حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ☆ لو لاأن أشق علی أمتی لأمرتھم بالسواك عند كل صلاة☆ اگر میں اپنی امت پر بوجھ نہ سمجھتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (متفق علیہ)

۳۔حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ☆ السواك مطھرة للفم مرضاة للرب☆ مسواک منہ کی صفائی اور رب کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (صحیح بخاری، نسائی)

مسئلہ: روزہ دار کے لئے مسواک کا حکم کیا ہے؟

روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مطلق طور پر جائز ہے۔ خواہ ظہر سے پہلے ہو یا بعد۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی گزشتہ دونوں روایتیں۔

۲۔ عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں: (رأیت النبی ﷺ ما لا أحصی یتسوك وهو صائم) میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں اتنی دفعہ مسواک کرتے دیکھا ہے کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ (ضعیف ترمذی، ابوداؤد)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق مروی ہے: (أنه لم یكن یری بأساً بالسواك للصائم) کہ وہ روزہ دار کے لئے مسواک کو جائز سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ بسند صحیح)

حضرت شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: روزہ کی حالت میں آدمی مسواک کرے تو مسواک کی حرارت یا ذائقہ محسوس کرے تو کیا یہ اس کے لئے نقصان دہ ہے؟ یا اگر روزہ دار مسواک کرتا ہوا مسواک کو باہر نکال لے اور اس پر تھوک ہو اور پھر دوبارہ منہ میں ڈال لے تو کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

انہوں نے جواب دیا: دونوں صورتوں میں اس کا روزہ صحیح ہے۔ روزہ دار کے لئے مسواک کی اباحت ان تمام مسائل پر مشتمل ہے۔ لہذا ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں ۔ (الفتاوی السعدیہ ۲۲۹)

دوسرا مباح: سرمہ۔

روزہ دار کے لئے سرمہ استعمال کرنا جائز ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ☆اِکتحل رسول الله ﷺ وهو صائم☆ رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں سرمہ استعمال کیا۔ (صحیح سنن ابن ماجہ)

۲۔ سیدنا انسؓ سے مروی ہے (أنه یکتحل وهو صائم) کہ وہ روزہ کی حالت میں

سرمہ لگایا کرتے تھے۔ (حسن موقوف ابوداؤد)

۳۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (لا یصح فی ھذاالباب شئٌ) اس مسئلہ میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء سے سوال کیا گیا: رمضان میں دن کے وقت سرمہ یا عورت کا سر میں تیل لگانا ناقض روزہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا: اگر روزہ دار رمضان میں دن کے وقت سرمہ لگا لے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ ایسے ہی کوئی مرد یا عورت دن کے وقت سر میں تیل لگا لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (فتاوی لجنہ دائمہ فتوی نمبر ۴۲۲۰)

تیسرا مباح: کھانے کا ذائقہ چیک کرنا۔

اس کی دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: کسی ضرورت کے تحت ہو۔ مثلاً کھانا بنانے والا بوقت ضرورت کھانے کا ذائقہ چیک کرنا چاہے یا گھر میں عورت بچے یا مریض کی مصلحت کی خاطر ذائقہ چیک کرنا چاہے تو اس کے لئے جائز ہے جب تک اس کو نگل نہ لے۔ اگر نگل لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

دوسری حالت: بلاضرورت ذائقہ چکھے تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ روزہ توڑنے کا وسیلہ بن سکتا ہے۔ (فتاوی لجنہ دائمہ للبحوث الإسلامیہ والإفتاء) سے پوچھا گیا: کچھ علماء بحالت روزہ عورت کو کھانے کا ذائقہ چکھنے کی اجازت دیتے ہیں تاکہ وہ کھانا پکنے کا اندازہ کر سکے اور ساتھ یہ شرط لگاتے ہیں کہ کھانا حلق تک نہ پہنچے۔ تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

انہوں نے جواب دیا: بوقت ضرورت انسان کو ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا روزہ درست ہے۔ جب تک وہ جان بوجھ کر اس کو نگل نہیں لیتا۔ کیونکہ جان بوجھ کر نگلنے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (فتاوی لجنہ دائمۃ فتوی نمبر ۹۸۴۵)

چوتھا مباح: تھوک نگلنا۔

روزہ دار اگر منہ میں جمع شدہ تھوک کو نگل لے تو جائز ہے کیونکہ یہ عام چیز ہے اور اس سے پرہیز مشکل ہے۔ یہ امام ابن قدامہ کا مختار قول ہے

اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء سے پوچھا گیا: کیا تھوک رمضان میں ناقض روزہ ہے؟ یاد رہے مجھے تھوک بہت زیادہ آتی ہے۔ خاص طور پر جب میں قرآن کی تلاوت کروں اور اگر میں مسجد میں ہوں تو مجھے اس سے کافی حرج ہوتا ہے۔

انہوں نے جواب دیا: تھوک نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اگر چہ زیادہ ہی ہو۔ خواہ آپ مسجد میں ہوں یا مسجد سے باہر۔ لیکن اگر بلغم ہو تو آپ اسے نہ نگلیں۔ جب آپ مسجد میں ہوں تو اسے کسی کپڑے، رومال یا ٹشو پر تھوک سکتے ہیں۔ (فتاوی لجنہ دائمۃ فتوی نمبر ۹۵۸۴)

مسئلہ: گلے سے خارج ہونے والے مواد (بلغم) کا کیا حکم ہے؟

بلغم ناقض روزہ نہیں ہے۔ خواہ سر کی طرف سے نازل ہو یا کھانسی وغیرہ کی وجہ سے سینے سے آئے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں

ا۔ یہ منہ کے اندر ہی ہوتی ہے باہر سے داخل نہیں ہوتی اور اس سے بچاؤ مشکل ہے۔ لہذا یہ تھوک کے مشابہ ہے۔

۲۔اسے کھانے پینے والی اشیاء میں شمار نہیں کیا جاتا۔(الشرح الممتع)

تنبیہ: روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ اگر اس کے منہ بلغم میں آجائے تو اسے باہر پھینک دے۔کیونکہ اس سے کراہت کی جاتی ہے۔اور وہ کچھ امراض بھی اپنے ساتھ لئے ہوتی ہے جو بدن سے خارج ہوتے ہیں۔لہذا اسے پھینکنا ہی بہتر ہے۔

پانچواں مباح: خوشبو استعمال کرنا۔

روزہ دار کے لئے رمضان میں ہر قسم کی خوشبو استعمال کرنا جائز ہے۔کیونکہ وہ کھانے پینے والی اشیاء میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس میں ایسے جراثیم ہیں جو پیٹ تک پہنچتے ہوں۔

اللجنۃ الدائمہ للبحوث العلمیہ والافتاء سے پوچھا گیا کیا خوشبو یا پھولوں کا سونگھنا ناقض روزہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہر قسم کی خوشبو خواہ عطر کی ہو یا غیر عطر کی، جائز ہے۔اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔خواہ روزہ فرضی ہو یا نفلی۔(فتاوی لجنہ دائمہ فتوی نمبر ۷۸۴۵)

مسئلہ: بخور یعنی دھویں والی خوشبو کا کیا حکم ہے؟

اگر بخور کا دھواں حلق سے نیچے اتر جائے تو وہ ناقض روزہ ہے۔اور اگر صرف خوشبو ہی لی جائے تو ناقض روزہ نہیں۔کیونکہ صرف خوشبو کا کوئی جسم نہیں ہوتا۔لیکن اگر کسی نے جان بوجھ کر دھواں حلق سے نیچے اتار لیا خواہ اس کا انداز کوئی بھی ہو تو وہ ناقض روزہ ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: بخور وغیرہ سونگھنے کا کیا حکم ہے؟

انہوں نے جواب میں کہا: خوشبو سونگھنا جائز ہے خواہ تیل کی شکل میں ہو یا بخور کی شکل میں ۔لیکن اگر دھویں کی شکل میں ہو تو اس کو حلق سے نیچے نہیں اتارنا چاہیے کیونکہ دھویں میں جراثیم ہوتے ہیں اور وہ جسم رکھتا ہے۔ جو پیٹ میں داخل ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(فقہ العبادات لابن عثیمین ص ۱۹۴)

چھٹا مباح: غسل کرنا۔

روزہ دار کے لئے غسل کرنا جائز ہے خواہ غسل واجب ہو، مستحب ہو یا مباح ہو۔جیسا کہ صرف گرمی کی حرارت کو کم کرنے کے لئے غسل کرنا۔اس کی دلیل سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے کہ: ☆ کان النبی ﷺ یصبح جنبا من غیر حلم ثم یصوم ☆ نبی ﷺ صبح احتلام کے علاوہ جنبی ہوتے اور پھر آپ روزہ رکھ لیتے۔(بخاری، مسلم)

ایسے ہی ڈبکی وغیرہ لگا کر کھلے پانی میں نہانے کا کوئی حرج نہیں۔لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ پانی پیٹ میں داخل نہ ہو۔بعض فقہاء روزہ دار کے اسراف اور فضول نہانے کو مکروہ خیال کرتے ہیں. اللجنة الدائمة للبحوث العلميه و الإفتاء سے سوال کیا گیا: کیا رمضان میں روزہ دار ظہر کے بعد گھر میں بنے ہوئے حوض یا بڑے ٹب میں نہا سکتا ہے؟

انہوں نے جواباً کہا: جی ہاں روزہ دار کے لئے نہانا جائز ہے اور اس کا روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا صرف اس بات کا خیال کیا جائے کہ پانی پیٹ میں داخل نہ ہو۔کیونکہ نبی ﷺ سے روزہ کی حالت میں نہانا ثابت ہے۔(فتاوی لجنہ دائمہ فتوی نمبر ۳۷۴۸)

مسئلہ: اگر راستے سے اڑ کر غبار و غیرہ گلے میں پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر راستے سے اڑ کر غبار و غیرہ گلے میں چلا جائے تو وہ ناقض روزہ نہیں ہے۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ اور خواہ وہ چلنے کی وجہ سے ہو یا اس کے علاوہ کسی طریقے سے۔ کیونکہ اس سے بچاؤ مشکل ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر غبار و غیرہ منہ میں داخل کیا مثلاً وہ منہ کھول لے تا کہ غبار اندر چلا جائے۔ اور حقیقتاً غبار پیٹ میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ وہ اس سے بچ سکتا تھا اور اس نے کوتاہی کا ارتکاب کیا ہے۔ لہذا وہ روزے کی قضاء کرے گا۔ (جمہور اہل علم کا قول یہی ہے)

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر(13)﴾

﴿روزہ کے جدید طبّی مسائل﴾

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: روزہ دار کا ٹوتھ برش اور پیسٹ استعمال کرنا۔

روزہ دار کے لئے ٹوتھ برش اور پیسٹ وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دن کے وقت استعمال نہ کرے۔ کیونکہ پیسٹ قوی ہونے کی بنا پر اس کا اثر حلق سے نیچے اتر سکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ رات کو استعمال کرلیا جائے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا ٹوتھ پیسٹ کا استعمال روزہ دار کے لئے مکروہ ہے یا اسے مسواک پر قیاس کیا جائے گا؟

انہوں نے جواب دیا: برش اور پیسٹ کی دو حالتیں ہیں۔

(۱) پیسٹ قوی الأثر ہے کہ اس کا اثر معدہ تک پہنچ جاتا ہے۔ تو ایسی پیسٹ استعمال کرنا جائز نہیں۔ اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ جو چیز حرام کی طرف لے جائے وہ حرام ہی ہوتی ہے۔

(۲) اگر کسی پیسٹ میں اتنی قوت نہیں ہے اور وہ صرف حلق تک ہی رہتی ہے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں کیونکہ منہ کا حکم ظاہر والا ہی ہے۔ (فتاوی محمد بن صالح العثیمین)

دوسری وجہ: نیبولائزیشن (NEBULAISATION)

سانس کے مرض میں مبتلا مریض کے لئے نیبولائزیشن جائز ہے۔اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔بالاِجماع یہ بات ثابت ہے کہ روزہ دار کلی کر سکتا ہے،ناک میں پانی چڑھا سکتا ہے۔جب کلی کی جاتی ہے تو پانی کے اثرات تھوک کے ساتھ مل کر خوراک کی نالی کے ذریعے معدے کی طرف جاتے ہیں۔بالکل اسی طرح نیبولائز کے وقت بہت کم مقدار میں آکسیجن اور دوائی کے اثرات خوراک کی نالی میں داخل ہوتے ہیں۔اس کو کلی کے اثرات پر ہی قیاس کیا جائے گا۔

۲۔نیبولائزیشن کی وجہ سے کسی چیز کا معدہ میں داخل ہونا قطعی امر نہیں۔لہذا روزہ صحیح ہے۔کیونکہ (الیقین لا یزول بالشك) یقین شک کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا۔

۳۔یہ کھانے پینے کے مشابہ نہیں ہے۔بلکہ یہ غیر غذائی انجکشن کے مشابہ ہے۔

۴۔اطباء حضرات نے ذکر کیا ہے کہ مسواک آٹھ کیمیائی مواد پر مشتمل ہے اور وہ روزہ دار کے لئے راجح قول کے مطابق مطلق طور پر جائز ہے۔لہذا اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسواک کے اثرات بھی معدہ کی طرف جاتے ہیں۔تو نیبولائزیشن کی دوائی کے اثرات کو مسواک کے اثرات پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:بعض ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں سانس کے مریضوں کو نیبولائز کیا جاتا ہے۔کیا رمضان المبارک میں روزہ دار کے لئے اس کا استعمال جائز ہے؟

انہوں نے جواباً فرمایا:روزہ دار کو نیبولائز کرنا جائز ہے۔خواہ رمضان میں ہو یا غیر

رمضان میں۔ کیونکہ نیبولائزیشن کے اثرات معدہ تک نہیں جاتے بلکہ وہ سانس کی نالی تک ہی رہتے ہیں اور اپنی خاصیت کی بناء پر اس سے سانس آنے کو آسان بنادیتے ہیں۔اس لئے اس کو کھانے پینے میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔اصل بات یہ ہے کہ جب تک روزہ کے باطل ہونے کی دلیل کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اجماع یا قیاس صحیح سے نہ مل جائے اس وقت تک روزہ صحیح ہے۔(الفتاوی لابن عثیمین کتاب الدعوۃ)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ناک کے ذریعے نیبولائز کرنے کے بارے میں پوچھا گیا: کیا یہ روزے کی حالت میں جائز ہے؟

انہوں نے جواب دیا: بوقت ضرورت اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور اگر رات تک مؤخر کرلیا جائے تو افضل اور احتیاط پر مبنی ہے۔

(مجموع فتاوی ابن باز ۱۵/۲۶۴)

تیسری وجہ: قطرے (DROPS)

۱۔آنکھ کے قطرے (EYE DROPS)

آنکھ میں ڈالی جانے والی دوا سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔کیونکہ آنکھ میں جانے والا ایک قطرہ (0.06) سینٹی میٹر مکعب ہوتا ہے۔اور اتنی کم مقدار معدہ تک نہیں پہنچتی۔ کیونکہ آنکھ میں جاتے ہی یہ آنسوی مواد سے مل جاتا ہے جو اسے جذب کرلیتا ہے اور یہ اس کے ساتھ ہی مل کر ختم ہوجاتا ہے۔معدہ تک نہیں جاتا۔اور اگر فرض کرلیا جائے کہ معدہ تک چلا جاتا ہے تو یہ اتنی کم مقدار میں ہے کہ اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔یہ ایسے ہی ہے جیسے کلی کرنے کے بعد منہ میں بچ جانے والے پانی کے اثرات۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء سے پوچھا گیا: کیا رمضان المبارک میں روزہ دار آنکھ میں قطرے استعمال کر سکتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں قطروں کا استعمال درست ہے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ علماء کے دو اقوال میں سے صحیح قول یہی ہے۔ (فتاوی لجنہ دائمہ فتوی نمبر ۱۳۵۱۷)

۲۔ ناک کے قطرے۔ (NOSE DROPS)

ناک میں ڈالی جانے والی دوا بھی ناقض روزہ نہیں ہے۔ لیکن احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ اسے رات کو استعمال کیا جائے۔ لیکن اگر بوقت ضرورت دن کے وقت بھی استعمال کیا جائے تو روزہ درست ہوگا۔ اس کے دلائل بھی آنکھ کے قطرے والے ہی ہیں۔

۳۔ کان کے قطرے۔ (EAR DROPS)

کان میں ٹپکائے جانے والے قطرے ناقض روزہ نہیں ہیں کیونکہ کان میں جانے والی دوا دماغ تک نہیں پہنچتی وہ صرف مسام تک ہی رہتی ہے۔ جدید میڈیکل نے ثابت کیا ہے کہ کان اور دماغ میں ڈائریکٹ رابطہ ایسے نہیں کہ کان میں جانے والی دوا دماغ میں پہنچ جائے سوائے ایک طریقے کے۔ اور وہ یہ کہ کان کے پردے پھٹے ہوئے ہوں۔ (فتاوی لجنہ دائمہ فتوی نمبر ۱۳۵۱۷)

یہاں دو مسائل کی طرف توجہ ضروری ہے۔

پہلا مسئلہ: اگر کان کے پردے پھٹے ہوئے ہوں اور دوائی ڈالی جائے تو اسکا کیا حکم ہے؟

اس کا حکم بھی ناک میں ڈالی جانے والی دوا کا ہے۔ یعنی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

دوسرا مسئلہ: روزہ دار کے کانوں کی صفائی کا کیا حکم ہے؟

کانوں کی صفائی کا حکم بھی کان کے قطروں جیسا ہی ہے۔ اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

چوتھی وجہ: بے ہوشی (ANAESTHISIA)

اس کو ہم چار اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلی قسم: بذریعہ ناک جسم کا بعض حصہ بے ہوش کرنا۔

کوئی گیسی مواد سونگھا کر بے ہوش کرنے کا حکم یہ ہے کہ یہ ناقض روزہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو گیس ناک میں داخل ہوئی ہے۔ نہ تو وہ جسم رکھتی ہے اور نہ وہ غذائی مواد کی حامل ہوتی ہے۔

دوسری قسم: چینی طریقہ علاج سے جسم کے کچھ حصے کو بے ہوش کرنا۔

چینی طریقہ علاج میں ایک سوئی کو جلد کے نیچے حساس مقامات میں داخل کر کے مخصوص انداز میں گدگدی کرنے سے انسان احساس کھو بیٹھتا ہے۔ یہ بھی ناقض روزہ نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی غذائی مواد انسان کے معدہ تک نہیں پہنچا۔

تیسری قسم: بے ہوشی بذریعہ انجکشن۔

مریض کی رگ میں سریع العمل انجکشن لگا کر مخصوص مدت کے لئے اس کی عقل کو ماؤف کرنا۔ اس کا حکم بھی وہی ہے کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

چوتھی قسم: مکمل بدن کو بے ہوش کرنا۔

اس کا حکم روزے کی شرائط کے بیان میں عقل کے تحت گزر چکا ہے۔

پانچویں وجہ: معدے میں نالی داخل کرنا۔(RYLESTUBE)

منہ یا ناک کے واسطے حلق کے ذریعے معدے تک نالی لے جانا یا تو مریض کو غذائی مواد پہنچانے کے لئے ہوگا یا معدے کو چیک کرنے کی غرض سے۔ اگر تو غذائی مواد پہنچایا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر صرف معدہ کی اندرونی ساخت کو جانچنے کے لئے ہو اور اس نالی پر کوئی غذائی مواد نہ لگا ہو تو روزہ صحیح ہوگا۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس بارے میں فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ یہ نالی بذات خود ناقض روزہ نہیں ہے۔ جب تک اس پر روغنی مواد نہ لگا ہو۔ اور اگر روغنی مواد لگا ہوگا تو یہ ناقض روزہ ہوگی۔ اور اس کو فرضی روزہ میں ضرورت کے بغیر استعمال نہ کیا جائے۔ اگر کسی انسان کے پیٹ میں سوراخ ہو اور وہ اس سوراخ کے ذریعے کوئی چیز پیٹ میں پھینک دے تو وہ ناقض روزہ نہیں۔ (الشرح الممتع) (۱)

یہاں دو مسئلوں کی طرف توجہ ضروری ہے۔

پہلا مسئلہ: انسان کی مقعد میں داخل کی جانے والی نالی۔(SUPPOSITORY)

اس کو مقعد میں داخل کر کے انتڑیوں کو چیک کیا جاتا ہے۔ اس کا حکم بھی معدے میں داخل کی جانے والی نالی کا ہے۔

---

(۱) اس مسئلہ میں کچھ تامل ہے۔ پیٹ کو چیک کرنے کے علاوہ لیئے خوراک کے کوئی شئی ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا۔ (واللہ اعلم) (عبدالرحمٰن ضیاء)

دوسرا مسئلہ: طبی معائنہ یا اپریشن کی غرض سے پیٹ میں اوزار وغیرہ داخل کرنا بھی ناقض روزہ نہیں اگر ان کے ذریعے غذائی موادمعدہ تک نہ پہنچے۔ (مجمع فقہ الاسلامی قرار نمبر ۹۳)

چھٹی وجہ: ٹیکے۔(INJECTION)

علاج کے لئے عام طور پر تین اقسام کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔

۱۔جلد میں لگنے والے ٹیکے۔(SUBCUTANEOUS)

۲۔گوشت میں لگنے والے ٹیکے۔(INTRAMUSCULAR)

۳۔نص میں لگنے والے ٹیکے۔(INTRAVANOUS)

ان تینوں اقسام میں اگر غذائی ادویہ استعمال نہ ہوں تو یہ ناقض روزہ نہیں ہیں۔ان کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔جب تک روزہ کے بطلان پر واضح دلیل نہ مل جائے روزہ صحیح ہوگا۔

۲۔ان کو کھانے پینے والی اشیاء میں شمار نہیں کیا جاتا۔

ہاں اگر ان میں غذائی مواد شامل ہو اور مریض کو طاقت پہنچانے کے لئے لگائے جائیں تو ناقض روزہ ہوں گے۔ کیونکہ اس وقت یہ کھانے پینے کے قائم مقام ہونگے کیونکہ ان کو استعمال کرنے والا کھانے پینے سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء سے سوال کیا گیا: رمضان میں ٹیکہ لگوانے کا کیا حکم ہے۔خواہ وہ طاقت کے لئے ہو یا علاج کے لئے دوا کے طور پر۔

انہوں نے جواب دیا: روزہ دار کے لئے رمضان میں ٹیکے کے ذریعے علاج کروانا درست ہے۔لیکن طاقت کے ٹیکے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ طاقت کے ٹیکے کھانے پینے کے حکم میں ہیں۔اوراگر یہ رات کو استعمال کر لئے جائیں تو افضل ہیں(۱)

مسئلہ: شوگر کے مریض کو جو انجکشن دیا جاتا ہے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

نہیں اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا یہ پہلی قسم میں سے ہی ہے۔

ساتویں وجہ:

فرج یا دبر میں داخل کئے جانے والے آلات (PROCTOSCOPE)

ضروریات کے پیش نظر عورت کی فرج میں داخل کی جانے والی اشیاء خواہ اوزار ہو یا اعضاء ناقض روزہ نہیں ہیں۔ کیونکہ عورت کے تناسلی سسٹم اور پیٹ میں کوئی ربط نہیں۔ جدید میڈیکل سائنس نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عورت کے معدہ اور تناسلی سسٹم میں کوئی اتصال نہیں ہے۔لہذا عورت میڈیکل چیک اپ کے لئے روزہ نہ توڑے اس کا روزہ درست ہوگا۔ (مجمع فقہ الاسلامی قرار نمبر ۹۳)

البتہ مقعد میں داخل کئے جانے والے اوزار اگر غذائی مواد پر مشتمل ہوں تو وہ ناقض روزہ ہیں۔ کیونکہ مقعد کا معدہ کے ساتھ خاص تعلق ہے۔اور اگر صرف ادویاتی مواد پر مشتمل ہوں تو ناقض روزہ نہیں ہیں۔اور یہ انجکشن ہی کے مشابہ ہیں۔

آٹھویں وجہ: گردوں کی صفائی۔(DIALYSIS)

گردے دو طرح دھوئے (WASH کئے) جاتے ہیں۔

---

(۱)حتی الوسع اسی کی کوشش کرنی چاہیے۔عبدالرحمٰن ضیاء

ا۔ آلے کے ذریعے جس میں خون داخل کیا جاتا ہے۔ اور وہ آلہ خون کی صفائی کرتا ہے۔ پھر خون رگ کے ذریعے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ اوراس دوران مریض کو کچھ غذائی مواد کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کو بذریعہ نص دیا جاتا ہے۔

۲۔ ایک چھوٹی بوتل ناف کے اوپر پیٹ میں داخل کر دی جاتی ہے اور پیٹ میں عام طور پر دو لیٹر گلوکوز داخل کر دیا جاتا ہے۔ جو کچھ عرصہ بعد نکال کر دوبارہ ڈالا جاتا ہے۔ اوراس عمل کو دن میں کئی مرتبہ دوہرایا جاتا ہے۔

شرعی حکم: یہ ناقض روزہ ہے کیونکہ خون کی صفائی میں جدید اجزاء اور غذائی مواد کا ملنا کھانے پینے کے مشابہ ہے۔ ہاں اگر بغیر غذائی اجزاء کے یہ عمل ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن گردوں کے دھونے میں غذائی مواد اور نمکیات وغیرہ کا استعمال ضروری ہے۔

نویں وجہ: خون کا عطیہ دینا۔ (BLOOD DONATION)

خون کا عطیہ دینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا کھانے پینے والی اشیاء سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اسے سینگی لگانے پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ سینگی میں جو چیز پائی جاتی ہے وہ خون کے عطیہ میں نہیں ہے۔

مسئلہ: لیبارٹری ٹیسٹ کے لئے خون نکالنا۔ (BLOOD SAMPLE)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے یہ سوال پوچھا گیا کہ رمضان میں روزہ دار کے لئے لیبارٹری ٹیسٹ کے لئے ایک سرنج برابر خون نکالنے کا کیا حکم ہے؟

انہوں نے فرمایا: اس طرح خون لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ایک ضرورت

کے تحت ہے اور شریعت مطہرہ میں معلوم روزہ توڑنے والی اشیاء سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مجموع فتاوی ابن باز ۲۷۴/۱۵)

دسویں وجہ: زبان کے نیچے رکھنے والی ٹکیاں۔

دل کی بعض بیماریوں کے لئے زبان کے نیچے ٹکیاں رکھی جاتی ہیں جو فوراً منہ میں تحلیل ہو جاتی ہیں اور دل کی بیماریوں کو فوراً کنٹرول کرتی ہیں۔

حکم: روزے کی حالت میں ان کا استعمال جائز ہے۔ یہ ناقض روزہ نہیں ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی چیز پیٹ میں داخل نہیں ہوتی بلکہ منہ میں ہی تحلیل ہو کر اپنا کام پورا کر دیتی ہیں۔ (مجمع فقہ الإسلامی قرار نمبر ۹۳)

گیارہویں وجہ: ڈرپ یا انجکشن لگانے کے لئے شریان میں مستقل لگی رہنے والی سوئی۔

یہ بذات خود تو ناقض روزہ نہیں ہے۔ کیونکہ مفطرات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ اس کے ذریعے اگر غذائی مواد جسم میں داخل کیا جائے تو وہ غذائی مواد ناقض روزہ ہوگا۔ (مجمع الفقہ الإسلامی قرار نمبر ۹۳)

بارہویں وجہ: مثانے کی صفائی کے لئے ذکر یا فرج میں لگائی جانے والی نالی۔ (CATHETAR)

مثانے کی صفائی یا پیشاب کے اخراج کے لئے جو بھی چیز استعمال کی جائے خواہ وہ نالی ہو یا شعائیں یا کوئی دوائی محلول ہو تو وہ ناقض روزہ نہیں۔ کیونکہ مثانے اور پیٹ میں کوئی ربط نہیں ہے۔ جدید میڈیکل سائنس بھی اس بات کی قائل ہے کہ نظام ہضم

اور نظام پیشاب میں کوئی تعلق نہیں۔ (مجموع فتاوی لابن تیمیہ ۲۵/۲۳۳، مجمع الفقہ الاسلامی قرار نمبر ۹۳)

تیرہویں وجہ: تیل، مرہم اور مساج کریم وغیرہ۔

جلد پر ملی جانے والی کوئی بھی چیز مسام کے ذریعے جلد کے نیچے خونی مواد میں جذب ہو جاتی ہے۔ لیکن جذب ہونے کا یہ عمل بہت سست ہے۔ لہذا جلد پر ملی جانے والی کوئی بھی چیز ناقض روزہ نہیں۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ۲۵/ ۲۶۷، مجمع الفقہ الاسلامی قرار نمبر ۹۳)

چودہویں وجہ: دانتوں کی صفائی، دانت کو بھرنا یا نکال دینا۔

دانتوں کی صفائی کرنا ان کو بھرنا یا نکال دینا روزہ کی حالت میں جائز ہے۔ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس سے نکلنے والا خون حلق سے نیچے نہ اترے۔ لیکن ان اعمال کو رات تک مؤخر کر لینا افضل ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اگر انسان بحالت روزہ دانت میں تکلیف محسوس کرے اور چیک کروانے پر ڈاکٹر اس کے دانتوں کی صفائی کر دے، بھر دے یا دانت نکال دے تو کیا یہ اس کے روزے پر اثر انداز ہوگا؟ اور اگر اس کے دانت کو سن کرنے کے لئے انجکشن لگائے تو اسکا کیا حکم ہے؟

انہوں نے جواب دیا: سوال میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا روزہ کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں بلکہ وہ معاف ہے۔ اور مریض کو چاہیے کہ وہ خون یا دوا کو نگلنے سے پرہیز کرے۔ اور دانت کو سُن کرنے کے لئے لگائے جانے والے ٹیکے کا بھی روزہ کی

صحت پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ وہ کھانے پینے والی اشیاء کی قبیل سے نہیں۔ اصل یہ کہ روزہ درست و صحیح ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿بحث نمبر (14)﴾

﴿روزوں کی قضاء کے احکام﴾

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: مسافر، مریض اور حائضہ عورت پر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء لازم ہے۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر ﴾ (البقرة ۱۸۴) تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کر لے۔

۲۔سیدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں : كان يكون علي الصوم من رمضان فما أستطيع أن أقضيه إلا في شعبان مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے تو میں شعبان کے علاوہ ان کی قضاء کی استطاعت نہ رکھتی تھی۔ (متفق علیہ)

۳۔اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

دوسری وجہ: روزوں کی قضاء کا وقت۔

رمضان کی قضاء عید کے فوراً بعد مسنون ہے۔اور اسے شعبان تک مؤخر کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔للہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔﴿ فمن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر ﴾ (البقرة ۱۸۴) تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں

میں گنتی کو پورا کر لے۔

اس میں صرف گنتی پوری کرنے کا کہا ہے۔مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت مطلق ہے۔ اس نے قضاء کو محدود نہیں کیا۔

۲۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان: كان يكون علي الصوم من رمضان فما أستطيع أن أقضيه إلا في شعبان مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے تو میں شعبان کے علاوہ ان کی قضاء کی استطاعت نہ رکھتی تھی۔ (متفق علیہ)

۳۔یہ اپنی ذمہ داری کو جلد اپنے سر سے اتارنا ہے۔کیونکہ پتا نہیں بعد میں انسان کے ساتھ کون سا حادثہ پیش آ جائے۔

۴۔ یہ خیر کے معاملہ میں جلدی کرنا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

﴿ اولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون ﴾(المؤمنون ٦١) یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑے جانے والے ہیں۔

تنبیہ: اگر انسان اتنا مؤخر کر دے کہ آئندہ رمضان شروع ہونے میں اتنے دن باقی رہ ہو گئے ہوں جتنے دنوں کی قضاء دینی ہو تو فوراً اس کو روزے رکھنے چاہیے کیونکہ اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ انہیں دوسرے رمضان کے بعد تک مؤخر کرے۔

تیسری وجہ: قضاء میں تسلسل۔

قضاء میں تسلسل مستحب ہے۔اور اگر وقفے وقفے سے قضاء کی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ فعدة من أيام أخر ﴾(البقرۃ ۱۸۴) اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔

آیت مطلق ہے اس میں تسلسل کا ذکر نہیں۔

۲۔سیدنا ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قضائے رمضان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ☆إن شاء فرق و إن شاء تابع ☆اگر چاہے تو وقفے وقفے سے قضاء دے اور اگر چاہے تو تسلسل باقی رکھے۔(ضعیف دارقطنی،إرواء الغلیل)

۳۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: (لا بأس أن يفرق) اگر وقفے وقفے سے قضاء کرے تو کوئی حرج نہیں۔(بخاری)

۴۔تسلسل رمضان میں تو اس لئے ضروری ہے کہ مہینہ مکمل کرنا ضروری ہے۔ لیکن رمضان گزرنے کے بعد تو چھوڑے ہوئے روزوں کی گنتی پوری کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں ﴿ فعدة من أيام أخر ﴾(البقرۃ ۱۸۴)اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔

اس میں تسلسل شرط نہیں ہے۔ کیونکہ گنتی کا لفظ اکٹھے اور جدا جدا دونوں پر صادق آتا ہے۔اس لئے تو بعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ﴾(البقرۃ ۱۸۵) اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے،تنگی کا نہیں۔

۵۔اگر وقفے وقفے سے قضاء دی جائے تو قضاء مؤخر ہو جائے گی اور اگر تسلسل

برقرار رہے تو یہ ذمہ داری پوری کرنے میں جلدی ہے۔

۶۔ یہ خیر کے کاموں میں جلدی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان: ﴿ أولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون ﴾(المؤمنون ٦١) یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔

چوتھی وجہ: دوسرے رمضان کے بعد تک قضاء کو مؤخر کرنا۔

آدمی کے لئے دوسرے رمضان کے بعد تک قضاء کو مؤخر کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ سیدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: (كان يكون على الصوم من رمضان فما أستطيع أن أقضيه إلا في شعبان) مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے تو میں شعبان کے علاوہ ان کی قضاء کی استطاعت نہ رکھتی تھی۔ (متفق علیہ)

اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے شعبان کو بطور غایت ذکر کیا ہے۔ اگر کسی نے مؤخر کر دیا تو اس کی دو حالتیں ہوں گی۔

پہلی حالت: کسی عذر کی بناء پر مؤخر کیا ہوگا۔ جیسے بیماری، سفر وغیرہ تو ایسے شخص پر قضاء کے علاوہ کوئی چیز لازم نہیں۔ اس کی دلیل استطاعت کے عمومی دلائل ہیں۔ جیسے اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿ فاتقوا الله ما استطعتم ﴾(التغابن ١٦) پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿ لا يكلف الله نفسا إلا وسعها ﴾(البقرة ٢٨٦) اللہ تعالی کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿ لایکلف اللہ نفسا إلّا ما اتٰها ﴾(الطلاق ۷) کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے۔

دوسری حالت: کسی عذر کے بغیر مؤخر کیا ہوگا۔ اس صورت میں بھی اس پر صرف قضاء ہی لازم ہے کوئی کفارہ نہیں۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ اللہ تعالی کا فرمان: ﴿ فعدّة من أيا م أخر ﴾(البقرة ۱۸۴) اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔

اگر کفارہ واجب ہوتا تو اللہ تعالی ذکر فرما دیتے۔

۲۔ اصل یہ ہے کہ آدمی بری الذمہ ہے۔

پانچویں وجہ: اگر آدمی قضاء کو مؤخر کر دے تو اسکے قضاء دینے سے پہلے نفلی روزے رکھنا کیسا ہے؟

نفلی عبادات جائز ہیں۔ اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی گزشتہ روایت ہے فرماتی ہیں:

(كان يكون على الصوم من رمضان فماأستطيع أن أقضيه إلا في شعبان) مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے تو میں شعبان کے علاوہ ان کی قضاء کی استطاعت نہ رکھتی تھی۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مؤخر کیا ہے۔ اور ان کے حال سے پتا چلتا ہے۔ کہ وہ نفلی عبادات کرتی تھیں۔ لہذا اس سے ان کے لئے نبی ﷺ کا اقرار ثابت ہوا۔ لیکن ان سے شوال کے چھ روزے مستثنی ہونگے۔ ان سے پہلے قضاء دینا ضروری ہے۔ کیونکہ اس بارے میں صریح حدیث موجود ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ

تعالی عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ☆ من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر ☆ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے گویا کہ اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

اب اگر کسی شخص پر رمضان کی قضاء باقی ہو تو اس پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ اس نے رمضان کے روزے رکھے ہیں۔

تنبیہ:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نفلی روزے رکھنے کی نسبت فرضی روزوں کی قضاء بہتر و افضل ہے۔ اس لئے کہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے یہ زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ اس کو کب کوئی حادثہ پیش آ جائے۔

چھٹی وجہ: فوت شدہ شخص کے ذمہ فرضی روزے۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: اگر مریض آدمی پر روزے آ جائیں تو وہ درج ذیل حالات میں سے کسی ایک حالت پر ہوگا۔

پہلی حالت: اگر تو وہ ایسا مریض ہے جس کا مرض ختم ہونے کی امید ہے۔ تو اس پر روزے فرض ہی رہیں گے یہاںتک کہ وہ شفایاب ہو جائے۔ لیکن اگر مرض طول پکڑ لے اور وہ شخص فوت ہو جائے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيا م أخر ﴾ (البقرة

۱۸۴) تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے

پس (روزے رکھنا) اللہ کا حق ہے۔ ان کی ادائیگی پر قادر ہونے سے پہلے ہی وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملا لہذا اس سے یہ حق ساقط ہو گیا۔ اس پر صرف قضاء واجب تھی لیکن وہ اس کو پا ہی نہیں سکا۔

دوسری حالت: وہ ایسا مریض ہے جس کے شفایاب ہونے کی امید ہے۔ اور حقیقتاً وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ لیکن قضاء کرنے سے پہلے ہی فوت ہو جاتا ہے۔ تو ایسے شخص کے فوت ہونے کے بعد ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا۔

تیسری حالت: وہ ایسا مریض ہے جس کے شفایاب ہونے کی امید نہیں ہے۔ تو ایسے شخص پر رمضان شروع ہوتے ہی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ کیونکہ لاعلاج بیماری میں مبتلا آدمی پر واجب ہی کھانا کھلانا ہے۔ جیسے کینسر اور باقی لاعلاج بیماریاں۔

مسئلہ: گزشتہ دوسری اور تیسری حالت میں اگر مریض کی طرف سے کھانا نہ کھلایا گیا ہو تو اس کی طرف سے روزے رکھے جائیں گے یا نہیں؟

جی ہاں: اس کی طرف سے مطلق طور پر روزے رکھے جائیں گے خواہ روزے فرضی ہوں یا نذر کے۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من مات و علیه صیام صام عنه ولیه ☆ جو شخص ایسی حالت میں فوت ہوا اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔ (متفق علیہ)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے۔ کہ میت کی طرف سے اس کے ولی کے لئے مطلق طور پر روزے رکھنا جائز ہے۔ خواہ روزے رمضان کے ہوں یا نذر کے۔ کیونکہ اس کے بارے میں کئی صحیح روایات وارد ہیں۔

مسئلہ: میت کی طرف سے روزے رکھنا واجب ہے یا مستحب؟

میت کی طرف سے روزہ رکھنا مستحب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ ولا تزر وازرة وزر أخرى وإن تدع مثقلة إلى حملها لا يحمل منه شيء ولو كان ذا قربى ﴾ (فاطر ۱۸) کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت دار ہی ہو۔

یہ آیت حدیث کے وجوبی حکم کو استحباب کی طرف پھیر دیتی ہے۔

مسئلہ: حدیث میں مذکور لفظ ''ولی'' سے کون مراد ہے؟

حدیث میں مذکور لفظ ''ولی'' سے مراد تمام وارث ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر ☆ ذی فرض لوگوں کو ان کے حقوق پہنچاؤ اور جو باقی بچ جائے وہ قریبی مرد کو دے دو۔ (متفق علیہ)

جو لوگ کہتے ہیں کہ ولی سے مراد اس کا قریبی ہے تو انہیں کہا جاتا ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ قریبی ہی تو اس کے وارث ہوتے ہیں۔

مسئلہ: اگر اس کے کئی وارث ہوں۔ مثلاً اس کے دس وارث ہیں اور اس پر دس دن کے

روزوں کی قضاء ہے۔ اب اگر ایک ہی دن میں سب وارث روزہ رکھ لیں تو کیا یہ کفایت کرے گا یا نہیں؟

اگر جن روزوں کی قضاء ہے ان میں تسلسل شرط ہے۔ تو پھر یہ کفایت نہیں کرے گا اور اگر تسلسل شرط نہیں ہے تو پھر کفایت کر جائے گا۔ مثلاً ایک آدمی پر کفارہ ظہار کے روزے تھے اور وہ مسلسل دو مہینے ہیں تو اس صورت میں ورثاء کو تقسیم کر کے روزے رکھنا جائز نہیں۔ بلکہ ان دس میں سے ایک آدمی اس کی نیابت میں روزے رکھے یا ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔

اور اگر اس پر نذر کے دس روزے تھے تو پھر سب وارثوں کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک ہی دن میں روزہ رکھ لیں یا ایک دن ایک، دوسرے دن دوسرا، تیسرے دن تیسرا...... آخر تک مکمل کر لیں۔

﴿بحث نمبر(15)﴾

﴿ممنوع روزے﴾

اس پر دو وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: ایام عید کے روزے۔

عیدین کے ایام میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔اس کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ☆ نهی عن صيام يومين يوم الفطر و يوم النحر☆ دودنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا۔(صحیح مسلم)

۲۔حضرت ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں عمر بن خطابؓ کے ساتھ عید میں شریک ہوا۔آپ نے آکر عید نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: ☆إن هذين يومان نهى رسول الله ﷺ من صيامهما يوم فطركم والآخر يوم تأكلون فيه من نسككم☆ یہ دو دن ایسے ہیں کہ ان میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ایک عید الفطر اور دوسرا جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔(متفق علیہ)

۳۔علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ عیدین کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔(فتح الباری،شرح السنہ)

مسئلہ:عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کرنے کی حکمت کیا ہے؟

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: عیدین کے ایام میں روزہ رکھنے سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے۔ کہ اس طرح اللہ تعالی کی اپنے بندوں کے لئے ضیافت سے اعراض ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اہل اصول نے اس کی وضاحت کی ہے۔ (نیل الأوطار ۴/۳۱۰)

دوسری وجہ: ایام تشریق کے روزے۔

اس پر تین وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: ایام تشریق گیارہ، بارہ، تیرہ ذوالحجہ ہیں۔ ان کو ایام تشریق اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان ایام میں حجاج کرام گوشت کو خشک کرنے کے لئے دھوپ میں ڈالتے تھے۔

دوسری وجہ: ایام تشریق کے روزوں سے منع کرنے والی کئی روایات ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

ا۔ حضرت نبیشہ الہذلیؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆أيام التشريق أيام أكل وشرب و ذكر الله☆ ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ایام ہیں۔ (صحیح مسلم)

۲۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ دونوں بیان کرتے ہیں (لم يرخص في ايام التشريق أن يصمن إلا لمن لم يجد الهدى) ایام تشریق میں کسی کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ سوائے اس آدمی کے جسے قربانی نہ ملے۔ (صحیح بخاری)

تیسری وجہ: ایام تشریق کے روزوں کا حکم۔

ایام تشریق میں نفلی روزے رکھنا جائز نہیں۔ صرف وہ آدمی رکھ سکتا ہے جسے قربانی کا جانور میسر نہ آ سکے۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فمن لم یجد فصیام ثلاثة أیام فی الحج وسبعة إذا رجعتم ﴾ (البقرة ۱۹۶) جسے طاقت ہی نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں۔

۲۔ حضرت نبیشہ ہذلیؓ کی گزشتہ روایت۔

۳۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی گزشتہ روایت۔

☆☆☆☆☆

بحث نمبر (16)

مکروہ روزے

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا۔

صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کے بارے میں کئی روایات ہیں جن میں اس کی ممانعت بیان ہوئی ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ **لا یصومن أحدکم یوم الجمعة إلا یوما قبله أو بعده** ☆ تم میں سے کوئی بھی صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے اِلاّ یہ کہ اس سے ایک دن پہلے یا بعد میں بھی رکھے۔(بخاری ومسلم)

۲۔محمد بن عباد بن جعفرؒ کہتے ہیں میں نے جابر بن عبد اللہؓ سے دوران طواف پوچھا: کیا نبی ﷺ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔اس گھر کے رب کی قسم۔(صحیح مسلم)

۳۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ☆ **لاتختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ، ولا تخصوا یوم الجمعة بصیام من بین الأیام ، إلا أن یکون فی صوم یصومه أحدکم** ☆ باقی راتوں میں سے صرف جمعہ کی رات کو قیام کے لئے مخصوص نہ کرو۔اور تمام دنوں میں سے صرف جمعہ کو روزے

کے لئے خاص نہ کرو۔ ہاں۔ اگر تم میں سے کسی کی روٹین میں آ جائے (تو خیر ہے)۔ (صحیح مسلم)

۴۔ حضرت جویریہ بنت حارثؓ بیان کرتی ہیں: جمعہ کے دن نبی ﷺ ان کے پاس آئے تو وہ روزہ دار تھیں تو آپ نے دریافت فرمایا: ☆أصمت أمس ؟ قالت : لا، قال: تريدين أن تصومي غدا؟ قالت : لا، قال فأفطري ☆ کیا تو نے کل روزہ رکھا تھا۔ کہنے لگیں نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے۔ کہنے لگیں نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہ بھی افطار کردو۔ (صحیح بخاری)

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم۔

صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ لا يصومن أحدكم يوم الجمعة إلا يوما قبله أو بعده ☆ تم میں سے کوئی بھی صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے اِلاّ یہ کہ اس سے ایک دن پہلے یا بعد میں بھی رکھے۔ (بخاری و مسلم)

یہاں پر حرمت سے کراہت کی طرف پھیرنے کی دلیل آپ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں: ☆ إلا يوما قبله أو بعده☆ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھا جائے تو ٹھیک ہے۔

③۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کرنے کی حکمت۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کا دن خوشی، ذکر، عبادت، غسل کرنے، نماز جمعہ کے لئے جلدی کرنے، نماز کا انتظار کرنے خطبہ سننے اور بکثرت اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرنے کا دن ہے۔اس لئے اس دن کا روزہ ترک کرنے کو کہا گیا ہے۔ تا کہ بغیر کسی تھکاوٹ اور بوجھ کے ان مذکورہ صفات کو بخوشی اور گرمجوشی سے ادا کیا جا سکے۔

اور اس لئے بھی کہ جمعہ کا دن ایسے ہے جیسے حاجی کے لئے عرفہ کا دن۔ اس حکمت کی بناء پر سنت نے اس دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے اگر ان افعال کا کچھ نہیں بگڑتا تو صرف جمعہ کے دن سے تو بالا ولی کچھ نہیں ہو گا۔اس کا جواب یہ ہے۔کہ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے وہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔جو ان اعمال میں کمی کی وجہ سے رہ جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ صرف اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے۔یہ کہنا کہ اس دن کی تعظیم میں مبالغہ کے خوف کی وجہ سے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔کہ کہیں قومِ سبت کی طرح یہ قوم بھی گمراہ نہ ہو جائے۔یہ قول ضعیف ہے۔کیونکہ اس دن کی فضیلت اور تعظیم تو نماز جمعہ اور دوسرے اعمال کی وجہ سے معروف ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس دن روزہ رکھنے سے اس لئے روکا گیا ہے۔تا کہ اس دن روزے کے وجوب کا اعتقاد ختم ہو جائے۔تو یہ قول بھی ضعیف ہے۔کیونکہ سوموار اور جمعرات کا صرف ایک دن کا روزہ رکھنا درست ہے۔لہذا اس بعید احتمال کی طرف نہیں دیکھا جائے گا۔(مجموع فتاوی ابن باز ۱۵/۴۱۴)

دو اعمال کی وجہ سے کراہت ختم ہو جائے گی۔

ا۔اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھ لیا جائے۔جیسا کہ

جویریہ بنت الحارثؓ کی گزشتہ روایت سے واضح ہے۔

۲۔ عادتاً اس دن کا روزہ آ جائے۔ مثلاً وہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتا ہے۔ یا ہر مہینے تین روزے رکھتا ہے۔ اگر یوں اس کی عادت کے مطابق جمعہ کا دن آ جائے تو پھر اکیلے جمعہ کا روزہ بھی درست ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔

دوسری وجہ: روزے میں وصال کرنا۔

دو دن یا اس سے زیادہ بغیر کھائے پیئے روزہ رکھنا وصال کہلاتا ہے۔

حکم: وصال اگر چہ سحری تک جائز ہے۔ لیکن اس میں بھی ترک افضل ہے۔ اگر ایک دن اور رات سے زیادہ ہو جائے تو مکروہ ہے۔ یا دوسرے قول کے مطابق حرام ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا: ☆لاتواصلوا فأيكم اذا أراد أن يواصل فليواصل حتى السحر قالوا فإنك تواصل يا رسول الله ؟ قال إني لست كهيئتكم إني أبيت لي مطعم يطعمني وساق يسقيني☆ روزہ وصال نہ کیا کرو۔ اگر کوئی کرنا چاہے تو سحری تک کر سکتا ہے۔ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمھاری طرح نہیں ہوں۔ رات کو مجھے ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

مسئلہ: اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان ☆لست كهيئتكم إني أطعم و أسقى☆ کا کیا مطلب ہے؟

اس سے مراد مناجات و معارف کی لذتوں کا دل پر نزول ہے۔ کیونکہ جب دل اللہ سے مناجات میں لگ جاتا ہے تو کھانے، پینے سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد حسی کھانا پینا نہیں ہے۔ اگر یہ ہو تو روزہ ہی نہیں بنتا چہ جائیکہ اسے وصال کہا جائے۔

مسئلہ: وصال سے منع کرنے کی حکمت کیا ہے؟

وصال سے روکنے کی حکمت یہ ہے کہیں عبادت سے اکتاہٹ پیدا نہ ہو جائے۔ اور ایک عبادت میں لگ کر باقی عبادات مثلاً نماز کے خشوع، اذکار اور آداب اور باقی وہ تمام اعمال جو رمضان میں مشروع ہیں، ان میں کمی واقع نہ ہو جائے۔

تیسری وجہ: زندگی بھر روزے رکھنا۔

زندگی بھر روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ آدمی سال کے تمام ایام میں تسلسل کے ساتھ روزے رکھتا رہے۔ افطار نہ کرے۔ اس طرح روزے رکھنا ممنوع ہیں۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں ☆ أخبر رسول الله ﷺ أني أقول والله لأصومن النهار ولأقومن الليل ما عشت فقلت له : قد قلته بأبي أنت و أمي ، قال : فإنك لا تستطيع ذلك ، فصم و أفطر وقم ونم وصم من الشهر ثلاثة أيام فإن الحسنة بعشر أمثالها و ذلك مثل صيام الدهر ، قلت إني أطيق أفضل من ذلك . قال: فصم يوما و أفطر يومين ، قلت إني أطيق افضل من ذلك . قال : فصم يوما و أفطر يوما

فذلك صيام داؤد عليه السلام وهو افضل الصيام فقلت : إني أطيق أفضل من ذلك ؟ فقال النبي ﷺ لا أفضل من ذلك ☆ رسول مکرم ﷺ کو بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں: میں زندگی بھر روزے رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے روزہ رکھا بھی کرو اور چھوڑا بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور سویا بھی کرو۔ اور مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ نیکی دس گناہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ تیرے زندگی بھر کے روزے ہو گئے۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر ایک روزہ رکھ لیا کر اور دو دن افطار کر لیا کر۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ لیا کر اور ایک دن چھوڑ دیا کر۔ یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ سب سے افضل روزہ ہے۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس سے افضل روزہ ہے ہی نہیں۔ (متفق علیہ)

۲۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے زندگی بھر روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: لا صام ولا أفطر أو ما صام وما أفطر ☆ اس نے نہ ہی روزہ رکھا اور نہ ہی چھوڑا (یعنی اس نے بھوک پیاس تو برداشت کی لیکن مخالف سنت ہونے کی وجہ سے اجر سے محروم رہا)

مسئلہ: زندگی بھر روزے رکھنے کا حکم کیا ہے؟

زندگی بھر روزے رکھنا چار امور کی بنیاد پر مکروہ ہے۔

①۔ نبی ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے۔

②۔ رسول مکرم ﷺ نے صوم داؤد کو زندگی بھر روزے رکھنے سے افضل قرار دیا ہے۔

③۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔☆لا صام من صام الأبد☆ اس شخص کا کوئی روزہ نہیں جس نے زندگی بھر روزہ رکھا۔(بخاری و مسلم)

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر آپ کے اس قول سے مراد بددعا ہے تو صد افسوس اس شخص پر جس پر نبی ﷺ نے بددعا فرمادی۔ اور اگر اس سے مراد مطلق خبر ہے تو بھی ہلاکت ہے ایسے فرد پر جو ایسا عمل کر رہا ہے۔ جس پر اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا۔(فتح الباری)

④۔ زندگی بھر روزہ رکھنے سے منع کرنا اسلام کے منہج اعتدال کے عین موافق ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمانؓ اور حضرت ابو درداءؓ کے قصے سے ثابت ہے۔ حضرت ابو جحیفہؓ بیان فرماتے ہیں: ☆ آخى النبي ﷺ بين سلمان و أبي الدرداء رضي الله عنهما فزار سلمانؓ أبا الدرداءؓ فرأى أم الدرداء رضي الله عنها متبذلة ،فقال لها : ما شأنك؟ قالت أخوك أبو الدرداء ليس له حاجة في الدنيا ، فجاء أبو الدرداء فصنع له طعاما، فقال : كل ، قال : فإني صائم،قال ما أنا بآكل حتى تأكل ،قال : فأكل ،فلما كان الليل ذهب أبو الدرداء يقوم ،قال : نم فنام،ثم ذهب يقوم ،فقال :نم، فلما كان آخر الليل ،قال سلمانؓ:قم الآن ،فصليا،فقال له سلمان: إن لربك عليك حقا ، ولنفسك عليك حقا ، ولأهلك عليك

حقا فأعط كل ذي حق حقه، فأتى النبي ﷺ فذكر ذلك له ، فقال النبي ﷺ صدق سلمان ☆ نبی ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان مؤاخات قائم کی۔ ایک دفعہ حضرت سلمانؓ حضرت ابودرداء سے ملنے کے لئے آئے تو انہوں نے ام درداء کو اچھی حالت میں نہ دیکھا تو انہوں نے دریافت کیا: کیا وجہ ہے کہ آپ کی حالت اچھی نہیں؟ ام درداءؓ کہنے لگیں: آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ ابودرداءؓ بھی تشریف لے آئے تو انہوں نے حضرت سلمانؓ کو کھانا پیش کیا۔ تو حضرت سلمانؓ نے انہیں کہا آؤ کھانا کھائیں۔ ابودرداءؓ کہنے لگے میں نے روزہ رکھا ہے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا: میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم میرے ساتھ کھانا نہیں کھاؤ گے۔ تو حضرت ابودرداء نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر رات کے وقت حضرت ابودرداء قیام اللیل کے لئے اٹھے تو حضرت سلمان نے کہا سو جاؤ۔ وہ سو گئے۔ دوبارہ پھر اٹھے تو حضرت سلمانؓ نے دوبارہ پھر سونے کے لئے کہا۔ وہ پھر سو گئے۔ جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضرت سلمانؓ نے کہا: اب اٹھو۔ پھر دونوں نے اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمانؓ حضرت ابودرداءؓ کو کہنے لگے: بلاشبہ تمہارے رب کا تم پر حق ہے۔ تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔ پس ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ یہ بات حضرت ابودرداءؓ نے نبی ﷺ کو بتلائی تو آپ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔ (صحیح بخاری)

چوتھی وجہ: رجب کے روزے۔

رجب میں روزے رکھنے کی فضیلت کئی روایات میں ہے لیکن وہ تمام روایات ضعیف ہیں ان میں نمونے کے لئے یہ ہے۔

سعید بن ابی راشد کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ☆ من صام من رجب فكأنما صام سنة ومن صام سبعة أيام غلقت عنه أبواب جهنم ، ومن صام ثمانية أيام فتحت له أبواب الجنة ☆ جس شخص نے رجب کا ایک روزہ رکھا گویا کہ اس نے ایک سال کے روزے رکھے۔ اور جس نے سات ایام کے روزے رکھے اس سے جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اور جس نے آٹھ دنوں کے روزے رکھے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (موضوع طبرانی کبیر، سلسلہ ضعیفہ ۵۴۱۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خاص طور پر رجب کے روزں کی تمام روایات ضعیف ہیں۔ بلکہ موضوع ہیں۔ اہل علم ان میں سے کسی ایک حدیث پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ ضعف ایسا نہیں جیسا کہ فضائل کی روایات میں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ واضح طور پر وضع اور کذب سے بھری ہوئی ہیں۔ (مجموع الفتاوی ۲۵/۲۹۰،۲۹۱)

مسئلہ: رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم کیا ہے؟

صرف رجب کے روزے اور اس کے علاوہ وہ تمام عبادات جو قرآن وسنت سے ثابت نہیں، ادا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ عبادت کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے دلیل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ہم صرف وہی عبادات کرنے کے مکلف ہیں جو اللہ اور

اس کے رسول سے مروی ہیں۔

پانچویں وجہ: ہفتہ کے دن کا روزہ۔

صرف ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنے کے بارے میں کچھ روایات ہیں ان میں سے حضرت الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆لا تصوموا یوم السبت إلا فیما افترض اللہ علیکم☆ فرضی روزوں کے سوا ہفتہ کے دن کا روزہ نہ رکھو۔ (صحیح ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

امام ترمذیؒ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ومعنی کراھتہ فی ھذا أن یخص الرجل یوم السبت بصیام لأن الیھود تعظم یوم السبت۔ صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے میں کراہت یہ ہے کہ یہودی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ (ترمذی)

چھٹی وجہ: شعبان کے آخری پندرہ دنوں کے روزے۔

شعبان کے آخری پندرہ دنوں کے روزے رکھنے کی ممانعت کئی ایک احادیث میں آئی ہے۔ ان میں سے ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆إذا کان النصف من شعبان فامسکوا عن الصوم حتی یکون رمضان☆ جب نصف شعبان گزر جائے تو روزے رکھنے سے رک جاؤ یہانتک کہ رمضان شروع ہو جائے۔ (صحیح ابن ماجہ، مسند احمد)

مسئلہ: شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم کیا ہے؟

آخری پندرہ دنوں میں روزہ رکھنا جائز ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ ☆ کان رسول الله ﷺ یصوم حتی نقول لایفطر ویفطر حتی نقول لا یصوم ،فمارأیت رسول الله ﷺ استکمل صیام شهر إلا رمضان و ما رأیته أکثر صیاما منه إلا في شعبان ☆ رسول اللہ ﷺ روزے رکھنا شروع کر دیتے تو ہم کہتے اب افطار نہیں کریں گے۔اور اگر روزہ چھوڑنے شروع کر دیتے تو ہم کہتے اب رکھنا شروع نہیں کریں گے۔ میں نے رمضان کے علاوہ کسی مہینہ میں آپکو مکمل مہینہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ شعبان کے علاوہ کے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے دیکھا ہے۔(متفق علیہ)

۲۔سیدہ ام سلمہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں: ☆ ما رأیت النبی ﷺ یصوم شهرین متتابعین إلا شعبان و رمضان ☆ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان اور رمضان کے علاوہ کسی بھی دو مہینوں کے پے در پے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ (صحیح ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تنبیہ: خصوصاً پندرہ شعبان کے رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنا ان بدعات میں سے ہے جس پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔پس ہر مسلمان کو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے علاوہ عبادت کرنے سے سخت پرہیز کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ میں جتنی بھی روایات ہیں وہ سخت ضعیف بلکہ موضوع ہیں جن سے دلیل نہیں لی جا سکتی۔ان میں سے ایک روایت حضرت علیؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆إذا کان لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا

نهارها ،فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا فيقول: ألا من مستغفر لي فأغفر له ،ألا مسترزق فأرزقه ، ألا مبتلى فأعافيه ألا كذا ألا كذا حتى يطلع الفجر ☆ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس کا قیام کیا کرو اور اس دن کا روزہ رکھا کرو۔ کیونکہ اس رات سورج کے غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا میں اسے معاف کردوں، کیا ہے کوئی رزق طلب کرنے والا میں اسے رزق عطا کردوں، کیا ہے کوئی پریشانیوں میں مبتلا میں اسے عافیت دے دوں، کیا ہے کوئی، کیا ہے کوئی، کیا ہے کوئی، اسی طرح آوازیں لگاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (ضعیف جداً او موضوع ابن ماجہ)

ساتویں وجہ: شک کے دن کا روزہ رکھنا۔

اس کی بحث پیچھے (رمضان کے روزے کب فرض ہوتے ہیں) میں گزر چکی ہے۔

☆☆☆☆☆

بحث نمبر (17)

نفل روزہ

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: نفل روزہ کی مشروعیت۔

ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ نفل روزہ رکھنے کا حریص ہو۔ تاکہ فرض روزوں میں آنے والا خلل دور ہو جائے۔ کیونکہ قیامت کے دن نفل عبادات سے فرض عبادات مکمل کی جائیں گی۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆

إن أول ما يحاسب الناس به يوم القيامةمن أعمالهم الصلاة،قال: يقول ربناجل وعز لملائكته وهو أعلم انظروا في صلاةعبدي أتمها أم نقصها ،فإن كانت تامةكتبت له تامة ،وإن كان انتقص منها شيئاًقال: أنظروا هل لعبدي من تطوع ، فإن كان له تطوع قال أتموا لعبدي فريضته من تطوعه ، ثم تؤخذ الأعمال على ذالك. وفي رواية : ثم الزكوة مثل ذلك ثم تؤخذ الأعمال على حسب ذلك☆ بے شک قیامت کے دن اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اللہ تعالی اپنے فرشتوں کو کہیں گے حالانکہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے۔ میرے بندے کی نمازوں کو دیکھو مکمل ہیں یا ناقص، اگر مکمل ہوں گی تو مکمل لکھ دی جائیں گی۔ اور اگر کم ہوں گی اللہ فرمائیں گے دیکھو میرے بندے کی نفل نمازیں ہیں۔ اگر نفل ہیں تو اس سے میرے

بندے کے فرائض پورے کر دو۔ پھر باقی اعمال کو اسی حساب سے لیا جائیگا۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: پھر زکاۃ کا معاملہ بھی یوں ہی ہوگا اور پھر تمام اعمال اسی طرح نبٹائے جائیں گے۔ (صحیح ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

﴿نفل روزہ کی مشروعیت تین امور کی وجہ سے ایک عظیم نعمت ہے﴾

① ۔ان کی وجہ سے فرائض کو پورا کیا جائیگا۔

② ۔اجر میں اضافے کا باعث ہیں۔ کیونکہ اگر مشروع نہ ہوتے تو بدعت میں شمار ہوتے۔

③ ۔روزوں کی وجہ سے آدمی عظیم اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔اس کا تذکرہ ابھی تھوڑی دیر بعد آئے گا۔

دوسری وجہ: نفل روزہ کی فضیلت۔

نفل روزہ کی فضیلت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

ا۔سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ **من صام یوما فی سبیل اللہ بعداللہ وجھہ عن النار سبعین خریفا** ☆ جس نے اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالی اس کے چہرے کو ستر سال کی مسافت تک آگ سے دور فرمادیں گے۔ (متفق علیہ)

بعض علماء کا کہنا ہے کہ (فی سبیل اللہ) سے مراد اللہ کی خوشنودی ہے۔اور اسکو جہادی سفر کی ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ سفر میں روزہ افضل نہیں ہے۔لہذا اجہادی

سفر کا خاص ہونا اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے لوجہ اللہ ثواب کی غرض سے روزہ رکھنا مراد ہے۔

۲۔ سیدنا سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆ إن في الجنة بابا يقال له الريان يدخل منه الصائمون يوم القيامة لا يدخل معهم أحد غيرهم ،يقال: أين الصائمون؟ فيدخلون منه فإذا دخل آخرهم أغلق فلم يدخل منه أحد ☆ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ نہیں ہوگا۔ آواز لگائی جائے گی: روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر وہ سب اس دروازے سے داخل ہوں گے۔ اور جب آخری روزہ دار داخل ہو جائے گا تو اس دروازے کو بند کر دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (متفق علیہ)

بعض علماء نے اس فضیلت کو صرف نفلی روزوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔

تیسری وجہ: فرض اور نفل روزہ میں فرق۔

فرض اور نفل روزوں میں کئی فرق ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ نیت: فرض روزہ کے لئے رات کو نیت کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ سیدہ حفصہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆ من لم يبيت الصيام قبل الفجر فلا صيام له ☆ جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔ (صحیح ابوداود، نسائی)

لیکن نفل روزے میں رات کو نیت کرنا ضروری نہیں۔ سیدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں :☆أن النبی دخل علیها یوما فقال لها : هل عندکم شیءٌ ؟ فقلنا لا، قال : فإني إذا صائم☆ نبی ﷺ ایک دن ان کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کیا تمہارے پاس (کھانے) کو کچھ ہے۔ ہم نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: چلو میں پھر آج روزہ دار ہوں۔ (صحیح مسلم، ترمذی، نسائی)

اس سے معلوم ہوا آپ نے اس سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی تھی۔ بلکہ جب کھانے کے لئے کچھ نہ ملا تب آپ نے روزہ کی نیت فرمالی۔

اسی طرح اگر آدمی فجر کے بعد، طلوع شمس کے بعد حتی کہ زوال کے بعد بھی نیت کرلے تو روزہ درست ہوگا۔ بشرطیکہ اس نے اس سے پہلے روزہ توڑنے والی اشیاء کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ مثلاً کھانا، پینا، جماع وغیرہ۔

اگر اس نے فجر کے بعد کھا پی لیا اور بعد میں نیت کی تو تب روزہ صحیح نہیں ہوگا۔

۲۔ فرض روزہ رکھ لیا جائے تو اس کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے جبکہ نفل روزہ رکھنے کے بعد ترک کرنا جائز ہے جیسا کہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں: ☆ أن النبی ﷺ دخل علیها یوما فقالت : یا رسول الله أهدی لنا حیس فقال: أرینیه ، فلقد أصبحت صائما ، فأکل ☆ ایک دن نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا: آج ہمیں حلوہ ہدیۃً ملا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے دیکھاؤ۔ میں نے تو صبح روزہ رکھا تھا۔ پھر آپ نے اسے تناول فرمالیا۔ (صحیح مسلم)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر آدمی نے نفل روزہ رکھا ہو تو اس کو توڑ سکتا ہے۔ اس کی مفصل بحث آگے آئے گی۔

۳۔ فرض روزہ رہ جائے تو اس کی قضاء ضروری ہوتی ہے جبکہ نفل روزے کی قضاء ضروری نہیں۔ اس مسئلہ کی وضاحت آگے آئے گی۔

۴۔ اگر عورت کا خاوند موجود ہو تو اس سے اجازت لئے بغیر نفل روزہ رکھنا عورت کے لئے جائز نہیں۔ جبکہ فرض روزہ کے لئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ☆لا تصوم المرأة و بعلها شاهد إلا بإذنه ☆ کوئی خاتون اپنے خاوند کی موجودگی میں اس سے اجازت لئے بغیر روزہ نہ رکھے۔ (بخاری و مسلم)

اس مسئلہ کی مزید بحث آگے آئے گی۔

چوتھی وجہ: کیا نفل روزہ کی قضاء دی جائے گی۔

جس نے نفل روزہ چھوڑ دیا ہو اس کے لئے قضاء دینا مستحب ہے۔ اس کی دلیل سیدہ ام ہانیؓ کی روایت ہے بیان کرتی ہیں: ☆أن رسول الله شرب شرابا فناولها لتشرب، فقالت: إني صائمة ولكن كرهت أن أرد سؤرك، فقال: يعني إن كان قضاء من رمضان فاقضي يوما مكانه، وإن كان تطوعا فإن شئت فاقضي و إن شئت فلا تقضي ☆ رسول اللہ ﷺ نے پانی پیا اور پیالہ ام ہانیؓ کو پکڑایا تو وہ کہنے لگیں میں روزہ دار ہوں لیکن اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ آپ کے پیئے ہوئے کو رد کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو تو نے رمضان کے

روزہ کی قضاء میں یہ روزہ رکھا ہے تو اس کی قضاء دے دینا اور اگر نفل روزہ ہے تو چاہے تو قضاء دے دینا اور چاہے تو قضاء نہ دینا۔ (مسند احمد، بیہقی)

نفل روزہ چونکہ پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے اس کی قضاء نہ بھی دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی لجنہ دائمہ، فتوی نمبر ۲۰۱۴)

پانچویں وجہ: نفل روزہ توڑنے کا کیا حکم ہے؟

اگر کسی نے نفل روزہ رکھا ہو تو اس کو توڑنے کا اختیار ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہؓ کی گزشتہ روایت سے واضح ہے فرماتی ہیں: ☆ أن النبي ﷺ دخل عليها يوما فقالت : يا رسول الله أهدى لنا حيس فقال: أرينيه ، فلقد أصبحت صائما ، فأكل ☆ ایک دن نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا: آج ہمیں حلوہ ہدیۃً ملا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے دیکھاؤ۔ میں نے تو صبح روزہ رکھا تھا۔ پھر آپ نے اسے تناول فرمالیا۔ (صحیح مسلم)

چھٹی وجہ: نفل روزہ کی اقسام۔

ان کو ہم نے کل بارہ قسموں میں تقسیم کیا ہے جو ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

پہلی قسم: ایک دن کا روزہ رکھنا اور ایک دن کا چھوڑنا۔

اس کی فضیلت میں کئی احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆ إن أحب الصيام إلى الله صيام داؤد و أحب الصلاة إلى الله صلاة داؤد عليه السلام كان ينام نصف الليل ويقوم ثلثه وينام سدسه، و كان

یصوم یوما و یفطر یوما☆ اللہ تعالیٰ کو روزوں میں سے حضرت داؤد کے روزے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ اور نمازوں میں سے حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز زیادہ پسند ہے۔ آپ آدھی رات سوتے پھر ایک تہائی جاگتے ، اور چھٹا حصہ سو جاتے۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن اِفطار کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ☆ أخبر رسول الله ﷺ أنی أقول : والله لأصومن النهار ولأقومن الليل ما عشت، فقلت له : قد قلته بأبی أنت وأمی ،قال: فإنك لا تستطيع ذلك ، فصم وأفطروقم و نم وصم من الشهر ثلاثة أيام فإن الحسنة بعشر أمثالها و ذلك مثل صيام الدهر ، قلت : إنی أطيق أفضل من ذلك؟ قال:فصم يوما وأفطر يومين ، قلت: إنی أطيق أفضل من ذلك ؟ قال: فصم يوما و أفطر يوما فذلك صيام داؤد عليه السلام وهو أفضل الصيام ،فقلت:إنی أطيق أفضل من ذلك ؟ فقال النبی ﷺ : لا أفضل من ذلك ☆ رسول اللہ ﷺ کو بتلایا گیا کہ میں نے کہا ہے اللہ کی قسم! میں زندگی بھر دن میں روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ (آپ کے پوچھنے پر) میں نے کہا :اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ روزہ رکھا بھی کر اور اِفطار بھی کیا کر۔ رات کو بیدار بھی ہوا کر اور سویا بھی کر۔ ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کر۔ کیونکہ نیکی دس گنا بڑھ جاتی ہے اس

طرح یہ تیری عمر بھر کے روزے ہو جائیں گے۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی استطاعت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن چھوڑ دیا کر ۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ لیا کر اور ایک دن افطار کر لیا کر یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ میں نے کہا میرے پاس اس سے بھی زیادہ کی استطاعت ہے، آپ نے فرمایا: اس سے افضل روزے نہیں ہیں۔ (متفق علیہ)

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے واضح کر دیا ہے کہ یہ سب سے افضل روزے ہیں اس لئے یہ لائق تھا کہ انہیں سب سے پہلے ذکر کیا جائے۔

سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ سے مروی ہے۔☆ أن رسول الله ﷺ سئل عن صوم يوم و إفطار يوم ؟ قال: ذاك صوم أخي داؤد عليه السلام☆ کہ رسول اللہ ﷺ سے اک دن روزہ رکھنے اور ایک دن ترک کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ (مسلم، ترمذی)

اس میں شرط یہ ہے کہ اللہ تعالی کے عائد کردہ فرائض میں سے کوئی کمی نہ ہو اگر اللہ تعالی کے عائد کردہ فرائض میں سے کوئی فرض ان روزوں کی وجہ سے ضائع ہو گیا تو روزے رکھنا ممنوع ہو گا۔ کیونکہ نفل کی وجہ سے فرض کو ضائع کرنا درست نہیں۔ مثلاً اگر کوئی آدمی ایک دن روزہ رکھتا ہے ایک دن ترک کر دیتا ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ با جماعت نماز میں حاضر نہیں ہو سکتا تو اس کے لئے روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ اسی طرح نفل روزے رکھنے والے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اپنے گھر والوں کے حقوق ادا کرے۔

اگر روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ خرید وفروخت اور کمائی کرنے سے عاجز آجائے اور گھر والوں کی ضروریات پوری نہ کر سکے تو ایسے شخص کے حق میں یہ روزے ممنوع ہونگے۔ کیونکہ گھر والوں کی ضروریات کو پورا کرنا واجب ہے اور روزہ رکھنا مسنون۔ پس واجب مسنون پر مقدم ہے۔

دوسری قسم: محرم کے روزے۔

محرم کے روزوں کی فضیلت کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ☆أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم ، وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل☆ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے ہیں۔ اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم)

تیسری قسم: یوم عرفہ کا روزہ۔

اس پر دو وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت:۔ عرفہ کے روزہ کی فضیلت میں سیدنا ابوقتادہ انصاریؓ سے مروی روایت ہے کہ رسول مکرم ﷺ سے عرفہ کے روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ☆يكفر السنة الماضية والباقية☆ گزرے ہوئے ایک سال اور آنے والے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسلم)

دوسری وجہ: حاجیوں کے لئے یوم عرفہ کے روزہ کا حکم۔

حاجیوں کے لئے عرفہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ام الفضل بنت الحارثؓ بیان فرماتی ہیں: ☆ أن ناسا تماروا عندها يوم عرفة في صيام رسول الله ﷺ فقال بعضهم هو صائم ، وقال بعضهم ليس بصائم ، فأرسلت إليه بقدح لبن و هو واقف على بعيره بعرفة فشربه ☆ ان کے پاس عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزہ کے بارے میں لوگ باتیں کررہے تھے۔ کچھ کہہ رہے تھے کہ آپ نے روزہ رکھا ہے اور کچھ کہہ رہے تھے کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا تو میں نے دودھ کا پیالہ آپکی طرف بھیجا۔ آپ اس وقت اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے وہ دودھ نوش فرمالیا۔ (متفق علیہ)

اس سے معلوم ہوا نبی ﷺ نے حج کرتے ہوئے عرفہ کا روزہ نہیں رکھا آپ کی اتباع کرتے ہوئے لازم ہے کہ حاجی اس دن کا روزہ نہ رکھیں۔

۲۔ اس لئے بھی عرفہ کا روزہ ترک کرنا حاجیوں کے لئے ضروری ہے کہ روزہ سے حاجیوں کو جو فوائد حاصل ہونا تھے وہ تو پہلے عرفہ کے دن میں موجود ہیں۔ مثلاً وہاں ٹھہرنا، دعائیں کرنا، عاجزی اختیار کرنا وغیرہ۔ پس جمعہ کے دن کی طرح اس دن کا روزہ بھی غیر مشروع ہے۔ (۱)

چوتھی قسم: عاشوراء کا روزہ۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: یوم عاشوراء کی فضیلت۔

---

(۱) اس روزہ کے حاجی کے لیئے عرفہ میں ناجائز ہونے کی قطعی دلیل کوئی نہیں ہے۔ اسکی تفصیل سلسلہ ضعیفہ حدیث نمبر ۴۰۴ میں ہے۔ (عبدالرحمٰن ضیاء)

عاشوراء کی فضیلت میں کئی احادیث مروی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔سیدنا ابوقتادہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:☆ أن رسول الله ﷺ سئل عن صوم يوم عاشوراء فقال : يكفر السنة الماضية ☆ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔(صحیح مسلم)

۲۔سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں :☆حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء قالوا يا رسول الله : إنه يو م تعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع، قال : فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله ﷺ ☆ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس دن کی تعظیم تو یہود ونصاری کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا: آئندہ سال ہم نو تاریخ کا روزہ رکھیں گے۔آئندہ برس آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔(صحیح مسلم)

دوسری وجہ: یوم عاشوراء دس محرم ہی ہے۔

اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے بیان کرتے ہیں ☆حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء و أمر بصيامه قالوا يا رسول الله : إنه يو م تعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع، قال : فلم يأت العام المقبل حتى توفى

رسول اللہ ﷺ ☆ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: اے اللہ کے رسول اس دن کی تعظیم تو یہود نصاریٰ کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آئندہ برس ہم نو تاریخ کا روزہ رکھیں گے۔ آئندہ برس آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

یعنی آپ نے دس محرم کا روزہ رکھا تھا صحابہ کے بتانے پر یہود ونصاریٰ کی مخالفت کے لئے نو تاریخ کا روزہ رکھنے کو کہا۔

تیسری وجہ: یوم عاشوراء کے تین مراتب۔

پہلا مرتبہ: عاشوراء سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد میں روزہ رکھا جائے۔ اس کی دلیل سیدنا عبداللہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ صوموا یوم عاشوراء وخالفوا فیه الیهود صوموا قبله و بعده یوما ☆ یوم عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت میں ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھو۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (مسند احمد، بیہقی، ابن خزیمہ)

لیکن اگر کوئی مسلمان عاشوراء اور اس سے ایک دن پہلے اور بعد میں روزہ رکھنا چاہے تو وہ مہینے کے تین دنوں کی نیت کر لے عاشوراء کا ثواب بھی مل جائے گا اور مہینے کے تین روزے بھی پورے ہو جائیں گے۔

دوسرا مرتبہ: صرف نو اور دس محرم کا ہی روزہ رکھے۔ اس کی فضیلت میں کئی ایک روایا

ت ہیں

تیسرا مرتبہ: صرف دس محرم کا روزہ رکھے۔

مسئلہ: صرف دس محرم کا روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے۔

صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا جائز ہے۔ مکروہ نہیں۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیدنا ابوقتادہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عاشوراء کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ☆ یکفر السنة الماضية ☆ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی گزشتہ روایت میں ہے۔ ☆حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء و أمر بصيامه قالوا يا رسول الله : إنه يو م تعظمه اليهو د والنصارى فقال رسول الله ﷺ فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع، قال : فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله ﷺ ☆ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: اے اللہ کے رسول اس دن کی تعظیم تو یہود ونصاریٰ کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آئندہ برس ہم نو تاریخ کا روزہ رکھیں گے۔ آئندہ برس آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

پس نبی ﷺ نے صرف دس محرم کا روزہ رکھا اور اسی کا ہی حکم دیا لہٰذا حکم کی بناء پر اجر مل جائے گا۔ (اِن شاءاللہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عاشوراء کا روزہ ایک سال کے

گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ بھی نہیں ہے۔
(الاختیارات ۱۱۰) (زادالمعاد) (۱)

چوتھی وجہ: یوم عاشوراء کے روزہ کی حکمت۔

یوم عاشوراء کے روزے کی حکمت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی روایت میں موجود ہے فرماتے ہیں۔ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ نے دریافت کیا تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہوں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ عظیم دن ہے۔ جس میں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ موسی علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا۔ پس ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ☆ فنحن أحق و أولى بموسى منكم فصامه رسول الله ﷺ و أمر بصيامه ☆ ہم تم سے زیادہ موسی علیہ السلام کے قریبی اور حق دار ہیں۔ پس آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

پانچویں وجہ: ہر ماہ تین ایام کے روزے۔

ہر ماہ تین ایام کے روزے رکھنے کی فضیلت میں کئی روایات مروی ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

---

(۱) اس مسئلہ کی تفصیل کے لیئے فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کی احکام و مسائل جلد ۱ صفحہ ۲۶۴ دیکھ لیں اس میں ۹ محرم کا روزہ رکھنے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

ا۔سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بتلایا گیا کہ میں نے کہا ہے اللہ کی قسم! میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔آپ کے پوچھنے پر میں نے کہا: ہاں اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے یہ کہا ہے۔آپ نے فرمایا:☆**فإنك لا تستطيع ذلك ، فصم وأفطر و قم ونم وصم من الشهر ثلاثة أيام فإن الحسنة بعشر أمثالها و ذلك مثل صيام الدهر** ☆تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔روزے رکھ بھی اور افطار بھی کر۔رات کو بیدار بھی ہو اور سو بھی۔ہر مہینے تین ایام کے روزے رکھ کیونکہ ہر نیکی دس گنا بڑھ جاتی ہے۔لہذا تیرے زندگی بھر کے روزے ہو جائیں گے۔(بخاری و مسلم)

۲۔سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆**صوم ثلاثة من كل شهر و رمضان إلى رمضان صوم الدهر** ☆ رمضان سے رمضان اور ہر مہینے کے تین روزے زندگی بھر کے روزے بن جاتے ہیں۔(صحیح مسلم)

۳۔سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت کی۔میں مرنے تک انہیں چھوڑوں گا نہیں۔ہر مہینے تین دن کے روزے ،چاشت کی دو رکعتیں،سونے سے پہلے وتر کی ادائیگی۔(بخاری و مسلم)

یہ تین دن بغیر تعین وتحدید کے ہیں۔اگر آدمی چاہے تو شروع مہینے میں تین روزے رکھ لے۔چاہے تو درمیان میں اور اگر چاہے تو آخر مہینے میں تین روزے رکھ سکتا ہے۔

کیونکہ سیدہ معاذہ عدویہ بیان کرتی ہیں میں نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا کیا نبی ﷺ ہر مہینے کے تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے جو بھی ایام مناسب ہوتے آپ روزے رکھ لیا کرتے تھے۔

چھٹی وجہ: شوال کے چھ روزے۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

① ۔شوال کے چھ روزوں کی فضیلت: اس میں سیدنا ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من صام رمضان ثم أتبعه ستامن شوال كان كصيام الدهر ☆ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو اس کے زندگی بھر کے روزے ہو گئے ۔ (صحیح مسلم)

---

② ۔شوال کے چھ روزوں کا حکم: شوال کے چھ روزے رکھنا مسنون ہیں جیسا کہ گزشتہ روایت میں سیدنا ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من صام رمضان ثم أتبعه ستامن شوال كان كصيام الدهر ☆ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو اس کے زندگی بھر کے روزے ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

③ ۔شوال کے چھ روزوں کے بارے میں افضل یہ ہے کہ رمضان کے فوراً بعد پے در پے رکھے جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ أولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون ﴾ (المؤمنون ٦١) یہی ہیں جو

جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔

اور اس لئے بھی کہ انسان نہیں جانتا کہ کب کوئی واقعہ یا حادثہ پیش آ جائے۔ اور وہ روزے رکھنے سے قاصر ہو جائے۔ اور اس لئے بھی جلدی کرنی چاہیے کیونکہ جلدی کرنے سے روزوں میں رغبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص پورے مہینے میں مختلف ایام میں چھ روزے رکھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں افضل یہ کہ عید الفطر کے فوراً بعد مسلسل چھ روزے رکھے جائیں۔ اور اگر ان کو متفرق ایام میں بھی پورا کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ☆أتبعه ستا من شوال ☆ پورے مہینے پر صادق آتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی)

ا۔اگر کوئی آدمی کسی شرعی عذر کی وجہ سے شوال کے روزے نہ رکھ سکے اور شوال کا مہینہ گزر جائے جیسا کہ نفاس والی عورت، اور وہ ذوالقعدہ میں روزے رکھنے چاہے تو اس کے لئے جائز ہے۔ اور اس کو وہ فضیلت بھی مل جائے گی۔ لیکن اگر بغیر عذر شوال کے مہینہ ختم ہو گیا تو پھر اگر وہ روزے رکھ بھی لے تو اس کو عام نفل روزوں کا ثواب تو ملے گا لیکن شوال والی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔ (۱)

۲۔اگر کسی شخص کے ذمہ رمضان کی قضاء ہو تو اس کے لئے شوال کے روزے رکھنا مشروع نہیں جب تک وہ رمضان کی قضاء نہ دے لے۔ قضاء دینے کے بعد اگر شوال کے مہینے میں ہی چھ روزے رکھ لے تو اس فضیلت کو پالے گا۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ☆من صام رمضان ☆جو رمضان کے روزے رکھے (پھر شوال کے چھ روزے رکھے)۔ (۲)

---

(۱) شوال والی فضیلت تو یہی ہے کہ ایک روزے کا اجر و ثواب دس کے برابر ہے چھ روزوں کا اجر ساٹھ کے برابر ہے اور یہی فضیلت ہر نفلی روزہ کی ہوتی ہے الا یہ کہ کوئی خاص زائد فضیلت ساتھ ثابت ہو جائے جیسا کہ عرفہ و عاشوراء والے روزہ کے لیئے ہے اور یہاں نہیں ہے۔ (عبدالرحمٰن ضیاء)

(۲) ہمارے نزدیک دونوں طرح ہی جائز ہے۔ اس میں کوئی شدت نہیں۔ کیونکہ فرضی روزے کی قضائی میں فوراً ہی پابندی نہیں ہے۔ (عبدالرحمٰن ضیاء)

بعض عوام الناس آٹھ شوال کو عید الأبرار کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں کوئی عید الأبرار نہیں ہے۔ شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آٹھ شوال کو نہ ابرار کی عید ہے نہ فجّار کی اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسا عقیدہ رکھے اور نہ اس دن عید کے اعمال کو دہرایا جائے۔ (الإختیارات ۱۱۱)

ساتویں وجہ: سوموار کا روزہ۔

سوموار کے روزے کی فضیلت میں کئی روایات مروی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

۱۔ سیدنا ابو قتادہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ☆ذاك یوم ولدت فیه و یوم بعثت و أنزل علی فیه ☆ یہ وہ دن ہے جس میں، میں پیدا ہوا، اسی دن میں مبعوث ہوا، اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل کیا گیا۔ (صحیح مسلم)

سوموار اور جمعرات کو اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆ تفتح أبواب الجنة یوم الاثنین و یوم الخمیس فیغفر لکل عبد لا یشرك بالله شیئاً إلا رجلا کان بینه و بین أخیه شحناء ، فیقال : أنظروا هذین حتی یصطلحا، أنظروا هذین حتی یصطلحا، أنظروا هذین حتی یصطلحا☆ سوموار اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس شخص کو جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا معاف کر دیا جاتا ہے سوائے اس شخص کے جس کے دل میں اپنے کے بارے میں کدورت ہو۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ ان کا انتظار کرو یہاں تک کہ وہ صلح کر

لیں، ان کا انتظار کرو یہانتک کہ وہ صلح کر لیں، ان کا انتظار کرو یہانتک کہ وہ صلح کر لیں۔ (صحیح مسلم)

آٹھویں وجہ: شعبان کے روزے۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: صیام شعبان کی فضیلت۔

شعبان کے روزوں کی فضیلت میں سیدہ عائشہؓ کی روایت ہے فرماتی ہیں: ☆ **کان رسول الله ﷺ یصوم حتی نقول لا یفطر و یفطر حتی نقول لا یصوم فما رأیت رسول الله ﷺ إستکمل صیام شهر إلا رمضان و ما رأیته أکثر صیاما منه فی شعبان** ☆ رسول اللہ ﷺ روزہ رکھنا شروع کر دیتے تو ہم کہتے افطار نہیں کریں گے اور اگر افطار کرنا شروع کر دیتے تو ہم کہتے روزہ رکھنا شروع نہیں کریں گے۔ میں نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے مکمل روزے رکھتے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ شعبان کے علاوہ کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے دیکھا ہے۔ (متفق علیہ)

دوسری وجہ: شعبان کے روزوں کا حکم۔

شعبان کے روزے گزشتہ روایت کی بناء پر رکھنا مستحب ہیں۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ شعبان کے مکمل مہینہ اور بعض دفعہ کچھ دن کم مہینہ روزے رکھتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایات سے ثابت ہے۔ لیکن وہ

روایت جس میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت ہے وہ صحیح ہے جیسا کہ شیخ ناصر الدین الألبانی نے کہا ہے۔لہذا اس سے مراد یہ ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا شروع کرنا جائز نہیں اگر کوئی شخص مکمل مہینے یا اکثر مہینے کے روزے رکھتا ہے تو وہ سنت پر عمل پیرا ہے۔(مجموع فتاوی ابن باز ۱۵/ ۲۸۵)

تیسری وجہ: شعبان میں بکثرت روزے رکھنے کی حکمت۔

علماء نے شعبان کے مہینے میں بکثرت روزے رکھنے کی چند حکمتیں ذکر کی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱۔اس میں انسان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔

۲۔یہ رمضان سے پہلے سنت کے طور پر ہیں۔

۳۔رمضان سے پہلے رمضان کی تیاری کے لئے ہیں۔

چوتھی وجہ: اشکال۔

سیدنا ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆أفضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم ، و أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل ☆ رمضان کے بعد افضل روزے محرم کے ہیں،اور فرضی نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔(مسلم)

لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپ شعبان کے روزے بکثرت رکھتے تھے۔اگر محرم کے روزے افضل تھے تو آپ نے وہ کیوں نہیں رکھے؟

اس کے جواب میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ محرم کی فضیلت

آپ کو زندگی کے آخری لمحات میں معلوم ہوئی ہو اور آپ کو محرم تک مہلت نہ ملی ہو۔ یا آپکو کوئی عذر لاحق ہو جاتے ہوں جیسے سفر یا بیماری وغیرہ۔ علماء کا کہنا ہے کہ آپ کا رمضان کے علاوہ کسی مہینے مکمل روزے نہ رکھنا اس وجہ سے تھا کہ کہیں لوگ اس کی فرضیت کا اعتقاد نہ کرنے لگ جائیں۔ (شرح مسلم للنووی)

نویں وجہ: ایام بیض کے روزے۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: ایام بیض کو ایام بیض اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں چاند کی روشنی پوری راتوں پر محیط ہوتی ہے۔ یہ رات کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے کہ ان دنوں میں راتیں روشن ہوتی ہیں۔

دوسری وجہ: ایام بیض کے روزوں کی فضیلت کے بارے میں کئی احادیث ہیں جن میں سے سیدنا ابوذرؓ کی روایت ہے کہتے ہیں: ☆قال لی رسول الله ﷺ: إذا صمت شيئاً من الشهر فصم ثلاث عشرة و أربع عشرة و خمس عشرة ☆ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو مہینے میں سے کچھ روزہ رکھنا چاہے تو تیرہ، چودہ، اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھ لیا کر۔ (حسن سنن النسائی)

تیسری وجہ: ایام بیض سے مراد ہر مہینہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ جیسا کہ گزشتہ روایت سے ثابت ہے۔

دسویں وجہ: جمعرات کا روزہ۔

جمعرات کے روزہ کی فضیلت کے بارے میں کئی روایات ہیں جن میں سے

ایک روایت سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں: ☆ کان النبی ﷺ یتحری صوم الإثنین والخمیس ☆ نبی ﷺ (روزے کے لئے) سوموار اور جمعرات کی کوشش کرتے تھے۔ (صحیح ترمذی)

گیارہویں وجہ: فی سبیل اللہ روزے۔

فی سبیل اللہ روزے رکھنے کے بارے میں سیدنا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من صام یوما فی سبیل اللہ بعد اللہ وجهه عن النار سبعين خريفا ☆ جس نے فی سبیل اللہ ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اُس کے چہرے کو آگ سے ستر سال کی مسافت تک دور کردیں گے۔ (بخاری ومسلم)

بارہویں وجہ: عشرہ ذوالحجہ کے روزے۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: عشرہ ذوالحجہ کے اعمال کی فضیلت میں سیدنا عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ ما العمل فی أيام أفضل منها في هذه، قالوا: ولا الجهاد؟ قال: ولا الجهاد، إلا رجل خرج يخاطر بنفسه و ماله فلم يرجع بشيء ☆ کوئی بھی عمل ان ایام میں کیے ہوئے عمل سے افضل نہیں ہے۔ صحابہ نے پوچھا: جہاد بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں۔ سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور اس سے کوئی بھی چیز واپس نہ لوٹی۔ (صحیح بخاری)

ان اعمال صالحہ میں روزے بھی شامل ہیں۔(شرح مسلم للنووی، المحلی، مجموع فتاوی ابن باز ۱۵/ ۴۱۸)

دوسری وجہ: بعض علماء سیدہ عائشہؓ کی اس روایت سے اشکال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بیان فرماتی ہیں: ☆ ما رأیت رسول اللہ ﷺ صائما فی العشر قط ☆ میں نے اس عشرہ میں رسول اللہ ﷺ کو روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔(صحیح مسلم، ترمذی)

تو اس عشرہ میں روزوں کا کیا حکم ہے؟

عشرہ ذوالحجہ میں روزے رکھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے واضح ہے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو دو امور پر محمول کیا جائے گا۔

الأمر الأول: آپ نے کسی عذر کی بناء پر اس عشرہ کے روزے نہ رکھے ہوں گے۔ مثلاً سفر یا بیماری وغیرہ

الأمر الثانی: سیدہ عائشہؓ نے آپکو روزے رکھتے نہیں دیکھا تو ان کے نہ دیکھنے سے آپ کا روزے نہ رکھنا لازم نہیں آتا۔ اگر فرض کر لیں کہ آپ ﷺ نے عشرہ ذوالحجہ کے روزے نہیں رکھے تو اس سے عدم مشروعیت تو لازم نہیں آتی۔ کیونکہ کبھی کبھی آپ عمل ترک کر دیتے تھے حالانکہ آپ کو عمل کرنا پسند ہوتا تھا۔ تا کہ امت پر بوجھ نہ بنے۔ یا کبھی اس سے اہم عمل میں مشغول ہونے کی وجہ سے بھی عمل چھوڑ دیتے تھے

تیسری وجہ: علماء لفظ عشر ذی الحجہ ہی بولتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد آٹھ دن ہوتے ہیں۔ کیونکہ دسویں دن تو عید ہوتی ہے۔ اس کا روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اور عرفہ

کے روزہ کا الگ حکم ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ لہذا باقی آٹھ دن ہی ہیں۔

مسئلہ: جس عورت کا خاوند موجود ہو اس کے لئے نفل روزے رکھنے کا حکم کیا ہے۔

جس عورت کا خاوند گھر پر ہو اس کے روزے کے صحیح ہونے کے ہونے کی شرط یہ ہے۔ کہ وہ اپنے خاوند سے اجازت لے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ **لا تصم المرأة و بعلها شاهد إلا بإذنه، ولا تأذن في بيته و هو شاهد إلا بإذنه، و ما أنفقت من كسبه من غير أمره فإن نصف أجره له** ☆ جس عورت کا خاوند موجود ہو وہ اسکی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ اور اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دے۔ اور اس کی اجازت کے بغیر جو مال خرچ کرے گی اس میں سے نصف اجر اس کے لئے ہوگا۔ (صحیح مسلم)

امام نوویؒ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کے فرمان: ,, **و زوجها شاهد** ،، (خاوند کی موجودگی میں) سے مراد اس کا خاوند مسافر نہ ہو اسی شہر میں ہو۔ اگر مسافر ہو تو عورت کو نفلی روزے رکھنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ خاوند کا حق ادا کرنا فرض ہے۔ پس فرض کو نفل کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں۔ اگر خاوند موجود نہ ہو تو بلا اختلاف اس کے لئے روزہ رکھنا جائز ہے۔ (شرح مسلم للنووی)

اگر خاوند مشغول ہو مثلاً اس کے پاس دوسری بیوی بھی ہو تو اجازت لینا شرط نہیں۔

فائدہ: خاوندوں کے لئے مستحسن یہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو مطلق طور پر نفل روزے رکھنے کی اجازت دے دیں۔ کیونکہ ان کے لئے بھی اس کے مثل اجر ہوگا۔ جیسا کہ

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا، ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا☆ جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لئے اسی طرح اجر ہے جس طرح عمل کرنے والے کے لئے اجر ہے۔ اور ان کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔ اور اگر کسی نے گمراہی کی طرف بلایا تو اس کے لئے بھی اس پر عمل کرنے والے کے برابر ہی گناہ ہوگا۔ اور ان کے گناہوں میں کمی بھی نہیں ہو گی۔ (صحیح مسلم، ابوداؤد)

اس بات کا خیال رہے: کہ اس سے حقوق کا ضیاع مقصود نہ ہو۔ اور بیوی اس بات کو لازم پکڑے کہ اگر خاوند کے حقوق یا اولاد کے حقوق ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو وہ روزے رکھنے سے رک جائے۔ إن شاء اللہ اگر اس کی نیت درست ہوگی تو اس کو روزہ چھوڑنے کا بھی اجر ملے گا کیونکہ عملوں کا دارومدار تو نیتوں پر ہے۔

مسئلہ: اگر عورت خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس کا روزہ تو صحیح ہوگا لیکن وہ گناہ گار ہوگی۔ اگر اس سے خاوند روزہ توڑنے کا مطالبہ کرے تو اسے روزہ توڑنا ہوگا۔ اور اگر انکار کرے گی تو سخت گناہ کی مرتکب ہوگی

﴿بحث نمبر (18)﴾

﴿روزہ کے آداب﴾

روزوں کے مشروع ہونے کا مقصد صرف بھوک پیاس نہیں ہے بلکہ ان سے مراد خواہشات کا توڑنا، نفس کا مطیع بنانا اور روزانہ کی زندگی میں پیش آنے والے ناپسندیدہ اعمال کا خاتمہ اور روزہ دار کی عظیم امور پر تربیت کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزے کے بے شمار آداب ہیں۔ مسلمان کا روزہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک ان آداب کا خیال نہیں رکھتا۔

ان آداب کی دو قسمیں ہیں: ① ۔آداب واجبہ: جن کا لحاظ کرنا روزہ دار کے لئے واجب ہے۔

② ۔آداب مستحبہ: جن کا لحاظ کرنا روزہ دار کے لئے مستحب ہوتا ہے۔

آداب واجبہ:

① ۔جھوٹ سے اجتناب:

خلاف واقع خبر دینے کو جھوٹ کہتے ہیں ۔ یہ زندگی کے ہر خاص و عام معاملے پر حاوی ہے اور ہر وقت حرام ہے۔ جبکہ روزہ کے وقت اس کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے۔ جھوٹ کی حرمت کئی مواقع پر بیان ہوئی ہے ہم صرف سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت پر ہی اکتفاء کریں گے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆إن الصدق

یھدی إلی البر و إن البر یھدی إلی الجنة ، وإن الرجل لیصدق حتی یکتب صدیقا، وإن الکذب یھدی إلی الفجور و إن الفجور یھدی إلی النار ، وإن الرجل لیکذب حتی یکتب کذابا☆ بے شک سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔آدمی سچ بولتا رہتا ہے تو صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔اور جھوٹ گناہ کے طرف راہنمائی کرتا ہے اور گناہ آگ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہانتک کہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔(بخاری و مسلم)

۲۔غیبت سے اجتناب:

غیبت یہ ہے کہ آدمی کسی مسلمان کی عدم موجودگی میں وہ بات کرے جسے وہ شخص ناپسند کرتا ہو۔خواہ اس کا تعلق اس کی تخلیق سے ہو یا اخلاق سے۔وہ بات اس میں پائی جائے یا نہ پائی جائے۔اس کے دلائل یہ ہیں:

ا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ یأیھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظن إثم و لا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضا أیحب أحدکم أن یأکل لحم أخیہ فکرھتموہ واتقوا اللہ إن اللہ تواب رحیم ﴾ (الحجرات ۱۲) اے ایمان والو۔بہت بدگمانیوں سے بچو۔یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔اور بھید نہ ٹٹولا کرو۔اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔کیا تم میں سے بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اے مسلمان بھائی: کیا تو نے اس سے قبیح صورت کبھی دیکھی ہے کہ انسان، انسان کا گوشت کھائے اور وہ اس کا بھائی ہو اور وہ بھی اس وقت جب وہ میت ہو۔ اصل میں آنکھیں اندھی نہیں بلکہ سینوں میں موجود دل اندھے ہیں۔

۲۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله و رسوله أعلم، قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل أفريت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه فقد بهته☆ کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تیرا اپنے بھائی کی اس بات کو بیان کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ سے کہا گیا: اگر وہ بات جو میں کہہ رہا ہوں وہ میرے بھائی میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ بات اس میں ہے تو، تو نے اس کی غیبت کی ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں تو، تو نے اس پر بہتان لگایا ہے۔ (صحیح مسلم)

غیبت ہر وقت اور ہر جگہ حرام ہے لیکن روزہ دار کے لئے حرمت زمان کی وجہ سے زیادہ حرام ہو جاتی ہے۔

③۔ چغل خوری سے اجتناب:

ایک آدمی کی بات دوسرے آدمی تک اس لئے پہنچانا تاکہ فساد بپا ہو، چغل خوری کہلاتا ہے۔ چغل خوری افراد اور معاشرے کے لئے تباہی کا باعث ہے۔ اس لئے یہ ہر وقت حرام ہے۔ اور روزہ دار کے لئے تو سخت حرام ہے۔ اس کے دلائل درج

ذیل ہیں۔

ا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ همّاز مشاء بنميم ☆ مناع للخير معتد أثيم ﴾(القلم ۱۰، ۱۱) بہت طعنہ دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا، خیر کو بہت روکنے والا، حد سے بڑھ جانے والا سخت گنہگار۔

۲۔سیدنا حذیفہؓ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے:: ☆ لا يدخل الجنة قتات ☆ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(متفق علیہ)

④۔ملاوٹ سے اجتناب:

روزہ دار کو چاہیے کہ وہ ہر قسم کے معاملات خواہ وہ بیع واجارہ سے متعلق ہوں یا صنعت وحرفت سے ان کا واسطہ ہو یا نصیحت ومشورہ کے قبیل سے ہوں ان میں ملاوٹ سے بچے۔ کیونکہ ملاوٹ معاشرے کے افراد میں تفریق اور فتنے کا بیج بوتی ہے ۔اس کے بارے میں سیدنا ابوہریرہؓ سے ایک روایت منقول ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ☆ من غشنا فليس منا ☆ جس نے ہمارے ساتھ ملاوٹ والا معاملہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔(صحیح مسلم)

یہ تو عام لوگوں کے لئے ہے جبکہ روزہ دار کے لئے حرمت زمان کی وجہ سے، اس سے بھی سخت ممانعت ہوگی۔

⑤۔جھوٹ اور جھوٹی گواہی سے اجتناب:

جھوٹ اور جھوٹی گواہی سے اجتناب اس لئے ضروری ہے کہ یہ روزے کے

منافی عمل ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ☆من لم یدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه و شرابه☆ جو آدمی جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل ترک نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا، پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری)

⑥۔ حرام چیزوں سے نظر کو بچانا:

کیونکہ تمام اعضاء کی طرح نظر کا بھی روزہ ہے۔ اور نظر کا روزہ، اسے حرام چیزوں سے روکنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم إن الله خبير بما يصنعون ☆ وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها و ليضربن بخمرهن على جيوبهن ..... ﴾ (النور ۳۰، ۳۱) مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے۔ لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے☆ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں......

مسئلہ: کیا مذکورہ حرام چیزوں کے ارتکاب کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

اگر کوئی روزہ دار اپنے آپ کو ان حرام چیزوں سے روکتا نہیں تو وہ گناہ گار ہے۔ البتہ اس کا روزہ صحیح ہے لیکن یہ عمل ضرور اجر میں کمی کا باعث ہیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غیبت، گالی گلوچ اور جھوٹ سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا لیکن آدمی گناہ گار ٹھہرتا ہے۔ اور یہ چیزیں اجر میں کمی کا باعث ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة في أن یدع طعامه و شرابه☆ جو آدمی جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل ترک نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا، پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری)

(مجموع فتاوی ابن باز ۱۵/۳۲۰)

وضاحت : روزہ دار سے اگر کوئی شخص جھگڑے یا گالی گلوچ کرے تو اس کے لئے مشروع یہ ہے کہ وہ اسے کہے: ☆إني صائم☆ میں تو روزہ دار ہوں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وضاحت موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆الصیام جنة فلا یرفث ولا یجهل ، وإن امرؤ قاتله أو شاتمه فلیقل إني صائم مرتین☆ روزہ ڈھال ہے پس روزہ دار گناہ اور جہالت کا کام نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے جھگڑے یا گالی گلوچ کرے تو اسے دو مرتبہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (متفق علیہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ بیان فرماتے ہیں: جب روزہ دار کو گالی گلوچ کیا جائے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ بآواز بلند کہے ☆إني صائم☆ میں روزہ دار ہوں۔ خواہ روزہ فرض ہو یا نفل۔ (الاختیارات ۱۰۸)

بآواز بلند کہنے کے دو فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ: یہ اس بات کا اظہار ہے کہ جس کو گالی دی جا رہی ہے وہ گالی دینے والے

سے کم نہیں بلکہ وہ صرف روزہ کی حرمت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا مقابلہ نہیں کر رہا۔

دوسرا فائدہ: گالی دینے والے کو بھی یاد آ جائے کہ بحالت روزہ دوسرے کو گالی نہیں دینی چاہیے۔ کیونکہ رمضان میں گالی دینے والا بھی اگر مقیم ہے تو روزہ دار ہی ہوگا۔

روزہ ایک تربیتی انسٹیٹیوٹ ہے جو انسان کو بردباری، صبر، اور سچائی سکھاتا ہے جبکہ انسان کو مکارم اخلاق اور فضائل اقوال واعمال پر ابھارتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ دار آدمی کسی کو جھڑکتا نہیں، بری بات نہیں کرتا، نہ ہی جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ کسی سے وعدہ خلافی بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا بولنا ذکر اور اس کی خاموشی فکر ہے۔ کیونکہ وقت روزہ دار کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے اس لئے اسے ہلاک کر دینے والی اور اجر وثواب پر اثر انداز ہونے والی اشیاء کی نذر نہیں کرنا چاہیے۔

آداب مستحبہ:

① ۔سحری کو مؤخر کرنا: اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: سحری کی تعریف: ہر وہ کھانا جو رات کے آخری حصہ میں کھایا جائے اس کو سحری کہتے ہیں اس لئے کہ وہ سحر کے وقت کھایا جاتا ہے۔

دوسری وجہ: سحری کا حکم: سحری کھانا سنت مؤکدہ ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ تسحروا فإن في السحور بركة ☆ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔(متفق علیہ)

۲۔سیدنا عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆فصل ما بين صيامنا وصيام أهل الكتاب أكلة السحر ☆ ہمارے اور اہل کتاب کے

روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے۔ (صحیح مسلم ابوداؤد ترمذی)

سحری کھانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ سحری کھاتے وقت رسول اللہ ﷺ کے حکم اور روزے پر تقویت حاصل کرنے کی نیت کر لے۔ تاکہ اس کا یہ کھانا عبادت بن جائے۔

تیسری وجہ: سحری کا وقت: اس کی تفصیل ارکان روزہ میں گزر چکی ہے۔

چوتھی وجہ: سحری کی مقدار: سحری کسی خاص کھانے کا نام نہیں بلکہ جو بھی مسلمان رات کے آخری حصہ میں کھا پی سکے اسے سحری کہتے ہیں سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ نعم سحور المؤمن التمر ☆ مؤمن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

پانچویں وجہ: سحری کی برکات: سحری میں بے شمار منافع اور عظیم برکات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

① ۔دن کے دوران اللہ کی اطاعت پر مدد اور عبادت پر قوت کا حصول۔

② ۔بھوک کی وجہ سے پیدا ہونے والے برے اخلاق سے بچاؤ۔

③ ۔روزے کی مشقت میں کمی کے سبب روزوں کی کثرت میں رغبت۔

④ ۔سنت کی پیروی کیونکہ جب آدمی نبی ﷺ کے حکم اور آپ کے فعل کی اقتداء کی نیت سے سحری کھائے گا تو وہ کھانا عبادت بن جائے گا۔ اور اس نیت کی وجہ سے اسے اجر ملے گا۔

⑤ ۔رات کے آخری پہر میں ذکر، نماز اور دعا کے لئے اٹھنا سحری کی وجہ سے آسان

ہو جاتا ہے۔ اور یہ وقت اللہ تعالی کے ہاں دعاؤں کی قبولیت کا ہے جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدریؓ کی آنے والی روایت سے واضح ہے۔

⑥۔سحری کھانے کی وجہ سے اہل کتاب کی مخالفت: مسلمانوں سے اہل کتاب کی مشابہت سے دوری مطلوب ہے۔سیدنا عمرو بن العاصؓ کی گزشتہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆فصل ما بين صيامنا وصيام أهل الكتاب أكلة السحر☆ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔(صحیح مسلم ابوداؤد، ترمذی)

⑦۔افضل وقت میں فجر کی نماز پڑھنا: سحری کی وجہ سے لوگ فجر کی نماز اول وقت میں ادا کرتے ہیں۔جیسا کہ عام دنوں کی نسبت رمضان میں دیکھا جاتا ہے۔

چھٹی وجہ: وقت سحر۔

سحری کا وقت ان اوقات میں سے ہے جسے عام دنوں میں بھی اور خصوصا رمضان میں غنیمت سمجھا جاتا ہے۔اور اسے سستی، نیند اور غفلت کی وجہ سے چھوڑنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ اللہ جل جلالہ کے نزول کا وقت ہے۔اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے پر بے شمار دلائل موجود ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں۔

ا۔اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ ﴿ الصابرين والصادقين والقانتين والمنفقين والمستغفرين بالأسحار ﴾ (آل عمران ١٧) جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں

۲۔اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔ ﴿ وبالأسحار هم يستغفرون ﴾ (الذاریات ۱۸) اور وقت سحر استغفار کیا کرتے تھے۔

۳۔سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر فيقول: من يدعوني فأستجيب له، من يسألني فأعطيه، من يستغفرني فأغفر له ☆ ہر رات جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا ہے تو ہمارے رب عزوجل آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اسکی دعا کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو دے دوں، کون ہے جو مجھ سے استغفار کرے تو میں اسے معاف کردوں۔ (متفق علیہ)

۴۔سیدنا جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے ☆ إن في الليل ساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله تعالى خيرا من أمر الدنيا والآخرة إلا أعطاه إياه و ذلك كل ليلة ☆ بلاشبہ رات میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جس میں کوئی مسلمان دنیا و آخرت کی جو بھی چیز مانگے اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا فرمادیتے ہیں اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

یہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رات کے آخری حصہ میں دعا، سوال اور استغفار کرنا افضل ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ وقت بڑا مبارک ہے۔ اس وقت میں ہونے والی دعا میں اگر شروط مکمل ہوں اور موانع سے خالی ہو تو ضرور قبول ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرنے، مانگنے والے کو دینے، اور

بخشش مانگنے والے کو معاف کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

ان مبارک راتوں میں مؤمن کے لئے قبولیت دعا کا وقت، نزول الٰہی، سجود، استغفار وغیرہ اکھٹے ہو جاتے ہیں۔ اس امت کے سلف صالحین نبی ﷺ کی سنت کو سامنے رکھتے ہوئے رات کے قیام پر ہمیشگی کرتے تھے اور رمضان میں تو اس کا مزید اہتمام فرماتے تھے۔

جب آدمی سحری کھانے کے لئے صبح اٹھے تو اللہ تعالیٰ سے اجر کے حصول کے لئے حاضر قلبی کے ساتھ ذکر، دعا، تلاوت قرآن اور نماز کے لئے کچھ وقت ضرور نکالے۔ اور دوران نماز خشوع اور اخلاص پر حریص رہے۔

دوسری وجہ: افطار میں جلدی کرنا۔

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: سورج غروب ہونے کے بعد افطار میں جلدی کرنا روزہ دار کے لئے مستحب ہے۔

سورج کے غروب ہونے کا یقین مشاہدہ، اذان، یا قرائن سے کیا جائے گا۔ کئی دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔ سیدنا سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆**لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر**☆ لوگ جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، خیر پر رہیں گے۔ (متفق علیہ)

جلدی افطار کرنے میں سنت نبوی کی اتباع ہے۔ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں: ☆کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر وھو صائم، فلما غربت

الشمس قال لبعض القوم : یا فلان قم فاجدح لنا ،قال یا رسول الله : لو أمسیت ، قال : انزل فاجدح لنا ، قال یا رسول الله : فلو أمسیت ، قال : إنزل فاجدح لنا ،قال : إن علیك نهارا،قال إنزل فاجدح لنا ، فنزل فجدح لهم فشرب النبی ﷺ ثم قال : إذا رأیتم اللیل من هاهنا فقد أفطر الصائم☆ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ روزہ دار تھے۔ آپ نے لوگوں میں سے کسی کو کہا اٹھو اور ہمارے لئے ستو بناؤ۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول شام تو ہونے دو۔ آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لئے ستو بناؤ۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ابھی دن ہے۔ آپ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لئے ستو بناؤ۔ اس نے اتر کر ستو تیار کئے آپ ﷺ نے پیے اور فرمایا جب تم رات کو اس طرف (مشرق) سے آتے دیکھو تو وہ روزہ دار کے افطار کا وقت ہے۔ (متفق علیہ)

دوسری وجہ: روزہ دار کس چیز سے روزہ افطار کرے۔

روزہ دار کے لئے مستحب یہ کہ وہ نرم اور تر کھجور سے روزہ افطار کرے اگر نرم کھجور نہ ہو تو خشک کھجور سے اور وہ بھی نہ ہو تو پانی کے چند گھونٹ پی کر روزہ افطار کر لے۔

خادم رسول سیدنا انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں۔☆ کان النبی ﷺ یفطر قبل أن یصلی علی رطبات فإن لم تکن رطبات ، فتمیرات ، فإن لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء☆ نبی ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے نرم کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے اگر نرم کھجوریں نہ ہوتی تو خشک کھجوروں سے افطار کر لیتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔ (صحیح ابوداؤد

،ترمذی)

وہ علاقے جہاں کھجوریں میسر نہ ہوں تو میٹھے پھل یا کوئی بھی میٹھی چیز ان کے قائم مقام ہوگی۔ ورنہ چند گھونٹ پانی تو ہر جگہ میسر ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی ﷺ کا نرم کھجور سے، اگر میسر نہ ہو تو خشک کھجور سے، اور اگر وہ بھی میسر نہ ہو پانی سے روزہ افطار کرنا ایک بہت ہی لطیف تدبیر ہے۔ کیونکہ روزہ کی وجہ سے معدہ بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ اور جگر اس میں ایسی چیزیں نہیں پاتا جنہیں وہ قویٰ اور اعضاء تک پہنچائے۔ تو میٹھی چیز کو جگر پسند کرتا ہے اور وہ بہت جلد اس تک پہنچتی ہے۔ خصوصاً جب وہ نرم ہو تو جگر فوراً اسے قبول کرتا ہے اور اسے قویٰ تک پہنچاتا ہے۔ اس لئے کھجور اپنی غذائیت اور مٹھاس کی وجہ سے زیادہ نفع بخش ہے۔ اگر کھجور نہ ہو تو پانی معدہ کی حرارت اور گرمی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اور معدہ اس کے بعد کھانے کے لئے مکمل تیار ہو جاتا ہے۔ اور اسے خوشی سے قبول کرتا ہے۔ (زاد المعاد)

افطار کے وقت انواع و اقسام کے کھانے اور مشروبات حاضر کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔ اور باجماعت نماز مغرب کی ادائیگی سے مشغول کر دینے بلکہ کبھی کبھی مکمل طور پر نماز کے فوت ہو جانے کا باعث بنتے ہیں۔

امام ابن العربیؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نماز کی ادائیگی سے قبل ہلکی پھلکی چیز سے روزہ افطار کرتے تھے جو نماز سے مشغول نہیں کرتی تھی۔ اس میں تین فوائد ہیں۔ ①۔ افطار میں جلدی کرنا۔ ②۔ نماز کے لئے جلدی فارغ ہونا۔ ③۔ دو عبادات کے

درمیان عبادت کے ساتھ فاصلہ۔ (عارضۃ الأحوذی ۳/۲۱۵)

تیسری وجہ: افطار کے وقت دعا۔

روزہ دار کے لئے مستحب ہے کہ وہ افطار کے وقت جو چاہے مانگے کیونکہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆للصائم عند فطره لدعوة ما ترد☆ روزہ دار کی افطار کے وقت کی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن عمرو سے سنا وہ افطار کے وقت یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ ☆اللهم إني أسألك برحمتك التي وسعت كل شيئ أن تغفر لي☆ اے اللہ میں تجھ سے تیری ہر چیز پر حاوی رحمت کا سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔ (ضعیف ابن ماجہ) (لیکن اس حدیث کے لئے شواہد ہیں جیسے کہ سیدنا انسؓ کی روایت ☆ثلاث دعوات لا ترد دعوة الوالد لولده و دعوة الصائم و دعوة المسافر☆ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ باپ کی اپنی اولاد کے لئے کی ہوئی دعا، روزہ دار کی دعا اور مسافر کی دعا۔ (صحیح: الصحیحہ ۱۷۹۷)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ ☆ ذهب الظمأ وابتلت العروق و ثبت الأجر إن شاء الله ☆ بھوک ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہوگیا۔ (حسن ابوداؤد)

پس روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قبولیت دعا کے اسباب کو ملحوظ خاطر رکھے جو یہ ہیں۔ صرف اللہ سے مانگنا۔ اس کے اوامر کو بجالانا اور قولی و فعلی منہیات سے اجتناب

کرنا اور اللہ پر کامل ایمان رکھنا۔ اور روزہ دار کو چاہیے کہ وہ انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا کرے اور اس بات کا حریص ہو کہ اس کا کھانا پینا حلال کا ہے۔

تنبیہ: روزہ دار کو چاہیے کہ وہ افطار کے وقت کو قیل وقال میں ضائع نہ کرے کیونکہ یہ چند منٹ انتہائی قیمتی ہیں ان کو حقیر سمجھتے ہوئے غفلت سے کام نہ لے۔

چوتھی وجہ: مؤذن کی آواز کا جواب دینا۔

روزہ دار کے لئے دوران افطار اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔ بہت سے لوگ افطار کے وقت اذان سننے کے باوجود کھانے پینے میں مشغول رہتے ہیں۔

اذان کا جواب شہادتین اور حیعلتین کے علاوہ ویسے ہی ہوگا جیسے مؤذن کہہ رہا ہو۔ شہادتین کے بعد ☆أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له و أن محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبمحمد رسولا وبالإسلام دينا ☆ کہنا مسنون ہے کیونکہ صحیح مسلم میں سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شہادتین کے بعد یہ کلمات کہے گا☆ غفر له ذنبه ☆اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (صحیح مسلم)

اور حیعلتین کے بعد لاحول ولاقوۃ إلا باللہ کہنا چاہیے۔ جیسا کہ سیدنا عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆جب مؤذن الله اكبر کہے تو تم بھی الله اكبر کہو۔ جب مؤذن اشهد ان لا إله الا إ لله کہے تو تم بھی اشهد ان لا إله الا إلله کہو۔ جب مؤذن اشهد ان محمدا رسول الله کہے تو تم بھی اشهد ان محمدا رسول الله کہو۔ اور جب مؤذن حي على الصلاة کہے تو تم لا

حول ولا قوة إلا بالله کہو۔اور جب حی علی الفلاح کہےتو تم لا حول ولا قوة إلا بالله کہو۔جب لا إله إلله کہےتو تم بھی لا إله إلا الله کہو۔جس نے صدق دل سے لا إلـــه الا الـلـــه کہاوہ جنت میں داخل ہوگیا☆(صحیح مسلم ،ابوداؤد)

اذان کے بعد ذکر:

رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا اور پھر یہ دعا پڑھنا:☆الـلـهـم رب هـذه الـدعـوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذی وعدته☆ اے اللہ،اے اس دعوت کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔(صحیح بخاری)

إنك لا تخلف الميعاد کے الفاظ میں محدثین کا اختلاف ہے کہ کیا یہ ثابت ہیں یا نہیں(راجح یہی ہے کہ یہ الفاظ ثابت نہیں)۔

روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے آخری حصہ میں اپنے آپ کو تلاوت قرآن،ذکر اور دعا کے لئے فارغ کرلے اور بغیر کسی حاجت کے باہر نہ نکلے کیونکہ یہ وقت ایسا ہے جسے اللہ کی اطاعت میں گزار کر غنیمت بنا لینا چاہیے اور اسے لایعنی معاملات اور بے فائدہ مجالس میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔خصوصا جمعہ کے دن اس خصوصی گھڑی کی تلاش میں رہنا چاہیے جس میں کی ہوئی دعا پوری ہوتی ہے۔اور وہ راجح قول کے مطابق دن کے آخری حصہ میں ہے۔جو لوگ عصر کے بعد عادتا بغیر

ضرورت گھر سے باہر نکل جاتے ہیں اور تلاوت قرآن، ذکر اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں وہ خیر کثیر اور فضل جزیل سے محروم رہتے ہیں۔ کبھی تو مؤذن اذان دیتا ہے تو وہ راستے میں ہوتے ہیں پھر بھاگتے بھاگتے سانس پھولے ہوئے گھر پہنچتے ہیں انہوں نے عبادت کا وقت بھی ضائع کیا اور جلدی افطار کرنے کی فضیلت سے بھی محروم رہے۔

پانچویں وجہ: جلدی افطار کرنے کی حکمتیں۔

علماء نے جلدی افطار کرنے کی کئی حکمتیں بیان کی ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ دن میں رات داخل نہ ہو سکے۔

۲۔ یہ روزہ دار کے لئے نرمی اور عبادت پر تقویت کا باعث ہے۔

۳۔ گزشتہ امتوں اور اللہ تعالی کے مستقیم منہج سے منحرف فرقوں، جن کی مخالفت کا ہمیں حکم ملا ہے، سے مشابہت سے دوری ہے۔ یہودی اور شیعہ اس وقت روزہ افطار کرتے ہیں جس وقت ستارے نظر آجائیں۔

تیسری وجہ: فضول کلام سے زبان کی حفاظت۔

روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کو فضول کلام سے محفوظ رکھے کیونکہ یہ کثیر گناہوں کا منبع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی نصوص مسلمانوں کو زبان کی ہلاکتوں سے بچاؤ پر ابھارتی ہیں۔ ان نصوص میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ ﴿والذین هم عن اللغو معرضون﴾ (المؤمنون ۳) جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

۲۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔﴿وما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد﴾(ق ۱۸) (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔

۳۔سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ☆ .... ألا أخبرك بملاك ذلك كله ؟قلت : بلى يا نبي الله ، فأخذ بلسانه فقال : كف عليك هذا ،فقلت : يا نبي الله وإنا لمؤاخذون بما نتكلم به؟فقال : ثكلتك أمك يا معاذ و هل يكب الناس في النا ر على وجوههم أو على مناخرهم إلا حصائد ألسنتهم ☆ ..... کیا میں آپکو ان تمام چیزوں کی خبر نہ دے دوں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے نبی ﷺ۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑتے ہوئے فرمایا: اس کو محفوظ کرلو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ کیا ہم اپنی کی ہوئی باتوں میں پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: معاذ تجھے تیری ماں گم پائے۔

لوگوں کو صرف زبان کی وجہ سے ہی چہروں یا ناک کے بل آگ میں پھینکا جائے گا۔(صحیح ترمذی، احمد)

۴۔سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع ☆ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کردے۔ (صحیح مسلم)

روزہ دار کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو گناہوں اور زبان کو جھوٹ، بد

کلامی، جھوٹی گواہی اور فضول بحث ومباحثہ سے محفوظ رکھے۔ ایسے ہی پیٹ کو کھانے پینے اور شرمگاہ کو گناہ سے بچائے۔ جب بات کرے تو وہ ایسی نہ ہو جس سے روزہ خراب ہو۔ اور کام کرے تو وہ بھی ایسا نہ ہو کہ اس سے روزہ فاسد ہو جائے۔ پس روزہ دار کا قول پاک اور عمل صالح ہونا چاہیے۔

﴿بحث نمبر(19)﴾

﴿رمضان میں شعائر عبادت اوران کے اثرات﴾

اگر کوئی وقت یا جگہ عظیم ہو تو اس میں واقع ہونے والے اعمال صالحہ بھی فضیلت والے ہو جاتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ باقی مہینوں سے فضیلت والا ہے لہذا اس میں واقع ہونے والے اعمال خیر مثلاً رات کی نماز، صدقہ، تلاوت قرآن، عمرہ اور اعتکاف وغیرہ باقی مہینوں کی نسبت افضل ہیں۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف، قال الله عز وجل: إلا الصوم فإنه لي و أنا أجزي به، يدع شهوته وطعامه من أجلي، للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه، ولخلوف فيه أطيب عند الله من ريح المسك ☆ ابن آدم کا ہر عمل بڑھتا ہے، نیکی دس سے لیکر ستر گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: روزے کے علاوہ، کیونکہ روزہ میرے لئے ہے اس لئے میں ہی اس کی جزا دونگا وہ (روزہ دار) اپنی شہوت اور کھانا، پینا صرف میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطاری کے وقت اور ایک خوشی رب سے ملاقات کے وقت۔ اس کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں: ☆ كان رسول الله ﷺ أجود

الناس و کان أجود ما یکون فی رمضان حین یلقاه جبریل ، و کان یلقاه فی کل لیلة من رمضان فیدارسه القرآن ، فلرسول الله ﷺ أجود بالخیر من الریح المرسلة☆ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے۔ لیکن رمضان میں جب آپ سے جبریل ملاقات کرتے تو آپکی سخاوت اور بڑھ جاتی تھی۔ حتی کہ آپ کی سخاوت کا مقابلہ تندو تیز آندھی بھی نہ کرپاتی تھی۔ (بخاری ومسلم)

آپ سب سے بڑھ کر کریم وسخی تھے۔ آپ کی عطا ایسی تھی کہ اس میں فاقہ اور محرومی کا ڈر تک نہ تھا۔ آپ فیضان سخاوت سے رمضان کا استقبال کرتے حتی کہ تندو تیز ہوا بھی آپ کی سخاوت کا مقابلہ نہ کرپاتی تھی۔

ہر دور کے صلحاء بھی اپنے نبی ﷺ کی اقتداء میں ایسے کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ اس مہینے کو مزید اہتمام سے خاص کرتے اور اعمال صالحہ کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ علمی مسندیں چھوڑ کر باقی اعمال خیر میں مشغول ہوجاتے تھے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اس مہینے کی فضیلت وعظمت واضح تھی۔

وہ شعائر عبادت جو اس مبارک مہینے میں مستحب ہیں۔

① ۔ نماز تراویح:

اس پر کئی وجوہ سے بات ہوگی۔

پہلی وجہ: نماز تراویح کی تعریف۔

یہ رمضان میں پہلی رات ہی سے قیام کا نام ہے۔ اس کو تراویح اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ہر دو سلام کے بعد تھوڑا آرام کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابو سلمہ بن عبد

الرحمٰن کی روایت میں ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی ﷺ رمضان میں کیسے نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا:☆ ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی إحدی عشر رکعة، یصلی أربعافلا تسأل عن حسنھن و طولھن ثم یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنھن و طولھن ثم یصلی ثلاثا☆

رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعت پڑھتے ،ان کے اچھا اور لمبا ہونے کے بارے میں آپ پوچھیں ہی نہیں۔ پھر آپ چار رکعت پڑھتے ،ان کے اچھا اور لمبا ہونے کے بارے میں آپ پوچھیں ہی نہیں۔ پھر آپ تین رکعت پڑھتے ۔ (متفق علیہ)

سیدہ عائشہؓ کا چار چار رکعت کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی اور دوسری چار رکعتوں میں فاصلہ ہوا کرتا تھا۔

دوسری وجہ: نماز تراویح کی فضیلت۔

نماز تراویح کی فضیلت کئی ایک روایات میں وارد ہوئی ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ا۔سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆من قام رمضان إیمانا و إحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ☆ جس نے ایمان کی حالت میں اجر کی امید کرتے ہوئے رمضان کا قیام کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ (متفق علیہ)

یہ معافی صرف صغیرہ گناہوں کے لئے ہے۔ کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اور اس معافی کی دو اہم شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ آدمی کا اس پر ایمان ہو۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ آدمی کو ثواب کی امید، اور خالصتاً اللہ کی رضا اور بخشش مقصود ہو۔

۲۔ سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب الله له قيام ليلة☆ جس نے امام کے پھرنے تک اس کے ساتھ قیام کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔ (صحیح ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تیسری وجہ: نماز تراویح کا حکم۔

نماز تراویح سنت موکدہ ہے رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہے۔ آپ کے قول کی دلیل سیدنا ابو ہریرہؓ کی گزشتہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ☆من قام رمضان إيمانا و إحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ☆ جس نے ایمان کی حالت میں اجر کی امید کرتے ہوئے رمضان کا قیام کیا اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ (متفق علیہ)

آپ ﷺ کے فعل کی دلیل سیدہ عائشہؓ سے مروی روایت ہے بیان فرماتی ہیں: ☆أن رسول الله ﷺ خرج من جوف الليل فصلى فى المسجد فصلى رجال بصلاته ، فأصبح الناس يتحدثون بذلك فاجتمع أكثر منهم فخرج رسول الله ﷺ فى الليلة الثانية ،فصلوا بصلاته ،فأصبح النا

س يذكرون ذلك فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة،فخرج فصلوا بصلاته ،فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن أهله فلم يخرج رسول الله ﷺ فطفق رجال منهم يقولون : الصلاة ، فلم يخرج إليهم رسول الله ﷺ حتى خرج لصلاة الفجر ، فلما قضى الفجر أقبل على الناس ثم تشهد فقال : أما بعد فإنه لم يخف على شأنكم الليلة ولكني خشيت أن تفرض عليكم صلاة الليل فتعجزوا عنها ، وذلك في رمضان ☆ ایک دن نبی ﷺ آدھی رات کو نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی، آپ کے ساتھ کئی لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ صبح کو لوگوں نے اس حوالے سے باہم گفتگو کی۔ دوسرے دن جب نبی ﷺ نماز کے لئے نکلے تو پہلے دن کی نسبت لوگ زیادہ جمع تھے۔آپ کی نماز کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔صبح کو لوگوں نے مزید ایک دوسرے کو بتایا۔تو تیسری رات لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہو گئے۔ اورانہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں سے بھر گئی اور نبی ﷺ نماز کے لئے نہ نکلے تو لوگوں میں سے کچھ نے (لفظ نماز) کی آواز بھی لگائی لیکن نبی ﷺ فجر تک نہ نکلے پھر جب آپ نے فجر کی نماز ادا کی تو آپ ﷺ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور خطبہ پڑھ کر فرمایا: أما بعد رات کو آپ کا معاملہ مجھ سے مخفی نہ تھا ۔لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تم پر ہر رات کی نماز فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس سے عاجز آ جاؤ۔ یہ تمام معاملہ رمضان میں تھا۔ (متفق علیہ)

یہاں پر کچھ لوگ غلطی کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے سیدنا عمرؓ نے شروع فرمایا،

تھا۔ جیسا کہ ابھی روایت آئے گی۔

چوتھی وجہ: باجماعت نماز تراویح کی مشروعیت۔

نماز تراویح کو باجماعت اور امام کے ساتھ مکمل کیا جائے گا۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہؓ کی گزشتہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز تراویح ادا فرمائی۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کہتے ہیں میں ایک رات سیدنا عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد میں گیا۔ وہاں لوگ متفرق تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو کسی کے ساتھ چند لوگ نماز پڑھ رہے تھے سیدنا عمرؓ فرمانے لگے: إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد: میرا خیال ہے ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ پھر انہوں نے پختہ عزم کر کے سیدنا ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر ایک دوسری رات میں ان کے ساتھ گیا تو لوگ ایک ہی قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ سیدنا عمرؓ فرمانے لگے: نعمت البدعة هذه والذين ينامون عنها أفضل من الذين يقومون يريد آخر الليل والناس يقومون أوله: یہ اچھی ایجاد ہے۔ اور جو لوگ سو گئے ہیں وہ ان قیام کرنے والوں سے افضل ہیں۔ ان کی مراد آخر رات میں قیام کرنے والے تھے۔ جبکہ لوگ شروع رات میں قیام کرنے لگ گئے تھے۔ (صحیح بخاری)

تیسری دلیل سیدنا ابوذرؓ کی گزشتہ روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ☆ من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة ☆ جس نے امام کے ساتھ نماز ختم

کرنے تک قیام کیا اس کے لئے مکمل رات کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔

پانچویں وجہ: نماز تراویح کا وقت۔

جب نماز عشاء بمعہ سنت مؤکدہ مکمل ہو جائے تو نماز تراویح شروع کی جا سکتی ہے۔امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام ابو حفص کا کہنا ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر کو آخر رات میں پڑھنا افضل ہے جبکہ رمضان میں امام کی پیروی میں شروع رات میں پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ☆من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب الله له قيام ليلة☆ جس نے امام کے نماز مکمل کرنے تک قیام کیا اس کے لئے مکمل رات کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ (صحیح ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

چھٹی وجہ: نماز تراویح کی تعداد رکعات۔

نماز تراویح کی کل گیارہ رکعتیں ہیں اسکے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا: كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان؟ فقالت: ☆ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشر ركعة☆ نبی ﷺ کی رمضان میں نماز کتنی تھی آپ فرمانے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

۲۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے اثر مروی ہے فرماتے ہیں: أمر عمر بن الخطاب أبي بن كعب و تميم الداري رضي الله عنهما أن يقوما للناس بإحدى عشرة ركعة، قال: وقد كان القارئ يقرأ بالمئين حتى كنا نعتمد على

العصی من طول القیام و ما کنا ننصرف إلا فی فروع الفجر: سیدنا عمر بن الخطاب ؓ نے سیدنا ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کروائیں۔ قاری کئی سو آیات پڑھتا اور ہم طویل قیام ہونے کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لیتے۔ اور فجر کے قریب نماز سے فارغ ہوتے۔ (صحیح جدا بیہقی، إرواء الغلیل)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر تراویح امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور اما احمد رحمہم اللہ اجمعین کے مذہب کے مطابق بیس رکعات یا امام مالک کے مذہب کے مطابق چھتیس رکعات یا گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ امام رحمہ اللہ نے اسکی صراحت کی ہے۔ پس رکعات میں کمی وزیادتی قیام کے لمبا اور چھوٹا ہونے پر منحصر ہے۔

ساتویں وجہ: وتر کب اور کیسے پڑھا جائے۔

جو وتر پڑھنا چاہے تو وہ آخر رات میں وتر پڑھے۔ وتر پڑھنے کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ امام کے ساتھ وتر نہ پڑھا جائے۔ ایسے شخص کو امام کے ساتھ نماز مکمل کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

۲۔ امام کے ساتھ وتر پڑھے۔ یہی اکمل طریقہ ہے۔ سیدنا ابوذر ؓ بیان فرماتے ہیں۔ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ ﷺ نے ہمیں اس وقت قیام کروایا جب رمضان کی سات راتیں باقی رہ گئیں۔ اور آپ نے ایک تہائی رات تک

قیام کروایا۔ پھر جب چھ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ قیام کے لئے تشریف نہ لائے۔ پھر جب پانچ راتیں رہ گئیں تو آپ نے ہمیں آدھی رات تک قیام کروایا۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمیں بقیہ رات کا بھی قیام کروا دیتے۔ آپ نے فرمایا: ☆ إن الرجل إذا صلى مع الإمام حتى ينصرف حسب له قيام ليلة ☆ جب بندہ امام کے پھرنے تک اس کے ساتھ قیام کرے تو اس کے لئے پوری رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر جب چار راتیں رہ گئیں تو آپ نے قیام نہیں فرمایا۔ پھر جب تین راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے اپنی بیویوں، بیٹیوں کو پیغام بھجوایا اور لوگ بھی بہت زیادہ جمع ہو گئے تو آپ نے ہمیں قیام کروایا یہاںتک کہ ہمیں سحری کے فوت ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ پھر باقی ایام میں آپ نے قیام نہیں کیا۔ (صحیح ابوداؤد ،نسائی)

۳۔ امام کے ساتھ وتر پڑھے لیکن جب امام سلام پھیرے تو ایک رکعت مزید ملا کر اسے جفت بنا دے۔

مسئلہ: کیا اسے امام کے ساتھ قیام کرنے کا ثواب ملے گا؟

جس نے امام کے وتر کے ساتھ مزید ایک رکعت ملا کر اسے جفت بنا دیا اسے امام کے ساتھ نماز مکمل کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ حقیقتاً وہ امام کے ساتھ فارغ ہوا ہی نہیں۔ بہر حال الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے۔ اگر کوئی آخر رات میں مزید نماز پڑھنا چاہتا ہے تو وہ وتر کے علاوہ جتنی چاہے نماز پڑھے کیونکہ نبی ﷺ سے وتر کے بعد نماز پڑھنا ثابت ہے۔ سیدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ: ☆ أن

النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر رکعتین ☆ نبی ﷺ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح ترمذی، ابن ماجہ)

۲۔ تلاوت قرآن کی کثرت۔

رمضان میں قرآن نازل ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہے۔

﴿ شهر رمضان الذی أنزل فیه القرآن هدی للناس و بینات من الهدی و الفرقان ﴾

رمضان میں امت محمدیہ کا قرآن کے ساتھ شغف، قرآن اور رمضان کے ارتباط کا بیّن ثبوت ہے۔ رسول اللہ ﷺ رمضان میں ہر رات جبریل سے ملتے اور قرآن کا دور کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں: ☆ کان رسول الله ﷺ أجود الناس و کان أجود ما یکون فی رمضان حین یلقاه جبریل ، و کان یلقاه فی کل لیلة من رمضان فیدارسه القرآن ، فلرسول الله ﷺ أجود بالخیر من الریح المرسلة ☆ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ لیکن جب رمضان میں آپکی ملاقات جبریل سے ہوتی تو آپ پہلے سے بھی سخاوت میں بڑھ جاتے۔ اور جبریل رمضان میں روزانہ آپ سے ملاقات کرتے۔ اور آپ سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ اس وقت آپ سخاوت میں تندوتیز ہوا سے بھی بڑھ جاتے تھے۔ (متفق علیہ)

پس اگر کوئی چیز قرآن سے بڑھ کر ہوتی یا اس کے برابر ہوتی تو نبی ﷺ اور جبریل ضرور کرتے۔ حالانکہ آپ تکرار کے ساتھ ملتے رہے۔

اس امت کے اسلاف بھی اسی طریقے پر چلتے رہے۔ جب رمضان شروع ہو جاتا تو تمام مشغولیات چھوڑ کر قرآن میں مشغول ہو جاتے۔

یہاں تک کہ علمی مجالس کو بھی ترک کر دیتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے ثابت ہے۔ کہ جب رمضان کا چاند نظر آ جاتا تو وہ علمی دروس، تدریس وفتاوی ترک کر دیتے اور فرمایا کرتے تھے یہ رمضان کا مہینہ ہے اس کے لئے فارغ ہونا ہمارے لئے ضروری ہے۔

بہت سی روایات قرآن مجید کی تلاوت کے عظیم ثواب پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

ا۔ سیدنا ابو امامہ باہلیؓ بیان فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ☆إقرئوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه، إقرؤا الزهراوين البقرة وسورة آل عمران فإنهما تأتيان يوم القيامة كأنهما غمامتان، أو كأنهما غيايتان، أو كأنهما فرقان من طير صواف تحاجان عن أصحابهما، إقرؤا سورة البقرة فإن أخذها بركة و تركها حسرة ولا تستطيعها البطلة☆ قرآن پڑھا کرو یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئیگا۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تلاوت کیا کرو۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن بادل یا پرندے کی شکل میں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں پر، پر بچھائے ہوئے ہوں گی۔ سورہ بقرہ کی تلاوت کیا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت، اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور باطل پرست اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔

(مسلم)

۲۔سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆ مثل المؤمن الذی یقرأ القرآن مثل الأترجة ریحها طیب و طعمها طیب ، و مثل المؤمن الذی لا یقرأ القرآن مثل التمرة لا ریح لها و طعمها حلو ، و مثل المنافق الذی یقرأ القرآن مثل الریحانة ریحها طیب و طعمها مر ، و مثل المنافق الذی لا یقرأ القرآن کمثل الحنظلة لیس لها ریح و طعمها مر☆ قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال سنگترے کی سی ہے اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں ہی اچھے ہیں۔جبکہ قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی ہے جس کا ذائقہ تو میٹھا ہے لیکن خوشبو نہیں ہے۔اور قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال چنبیلی کے پھول کی سی ہے جس کی خوشبو تو ہے مگر اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔ اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال تمہ کی ہے جس کی خوشبو بھی نہیں اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔(ایک روایت میں منافق کی بجائے فاجر کے الفاظ ہیں)(متفق علیہ)

۳۔سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆ ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله و یتدارسونه بینهم إلا نزلت علیهم السکینة ، و غشیتهم الرحمة ، وحفتهم الملائکة ، و ذکرهم الله فیمن عنده ، و من بطأ به عمله لم یسرع به نسبه☆ جب لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں یا اس کو سیکھتے سکھاتے ہیں تو ان پر سکینت نازل

ہوتی ہے، ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اور اللہ ان لوگوں کا تذکرہ اپنے پاس موجود (فرشتوں) میں کرتا ہے۔ جس کے اعمال کم ہو گئے ان کو ان کا نسب کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ (صحیح ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

یہ روایت قرآن مجید کی تلاوت اور تدریس کے اجتماع کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا کتنا ہی اچھا ہو کہ مساجد میں پورا رمضان قرآن مجید کے حلقات کا قیام کیا جائے تا کہ عالم، متعلم اور ہر چھوٹے بڑے کو یہ فضیلت حاصل ہو سکے۔

۴۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة و الحسنة بعشر أمثالها ، لا أقول (الم) حرف ولكن الف حرف و لام حرف و ميم حرف ☆ جس نے کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اسے ایک نیکی ملے گی۔ اور ہر نیکی کو دس گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف۔ (صحیح ترمذی)

اس کے علاوہ بھی کئی ایسے دلائل ہیں جو رمضان اور غیر رمضان میں تلاوت قرآن کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن رمضان کئی ایک خصوصیات کی وجہ سے دوسرے مہینوں سے زیادہ خاص ہے۔

چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

ا۔ اس میں قرآن کا نزول ہوا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۲۔ جبریل امین کا نبی ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کرنا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو۔

۳۔سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف، قال الله عز وجل : إلا الصوم فإنه لي و أنا أجزي به ، يدع شهوته و طعامه من أجلي ، للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه ، ولخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك ☆ ابن آدم کے ہر نیک عمل کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں: روزہ کے علاوہ۔ کیونکہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا۔(روزہ دار) میرے لئے اپنی شہوت اور بھوک ترک کرتا ہے۔روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔اور روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک کستوری سے بڑھ کر ہے۔(متفق علیہ)

یہاں روزہ کا اجر اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔پس روزہ دار کو چاہیے کہ ان مبارک ایام اور بابرکت راتوں میں بکثرت قرآن کی تلاوت کرے کیونکہ رمضان کو باقی مہینوں پر خصوصیت حاصل ہے۔رمضان کی راتوں کو قرآن کی تلاوت کا مزہ اور بڑھ جاتا ہے۔کیونکہ رات کے وقت مشاغل کم ہو جاتے ہیں۔دل اور زبان زیادہ اللہ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔لہذا ان ایام کو غنیمت جاننا چاہیے۔سلف صالحین رمضان میں بکثرت تلاوت قرآن کرتے ، روزہ رکھتے اور مسجد میں ہی بیٹھے رہتے اور کہا کرتے تھے ہم اپنے روزے کی حفاظت کر رہے ہیں۔ہم کسی کی غیبت نہیں کرتے۔ اور وہ قرآن کو نماز اور نماز کے علاوہ بکثرت پڑھتے رہتے تھے۔

سیدنا عثمانؓ ہر روز قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ کئی سلف صالحین رات کو نماز میں تین راتوں میں قرآن ختم کرتے تھے۔ کوئی سات دنوں میں اور کوئی دس دنوں میں قرآن مکمل کر لیتا تھا۔

اسود بن یزید النخعی رمضان کی دو راتوں میں قرآن مکمل کرتے تھے اور سیدنا قتادہ ہمیشہ سات دنوں میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اور رمضان میں ہر تین دنوں میں۔ جبکہ آخری عشرہ میں ہر رات قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اس طرح کی باتیں ان لوگوں سے مشہور ہیں۔

قرآن پڑھنے والے کو آداب قرآن کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

چند آداب یہ ہیں۔

۱۔ خلوص نیت: یعنی قرآن پڑھنے والے کی نیت یہ ہو کہ وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قرآن پڑھ رہا ہے۔

۲۔ قراءت شروع کرنے سے پہلے وضو کرے۔

۳۔ تلاوت سے قبل مسواک کرے۔ کیونکہ تلاوت منہ سے کی جاتی ہے (لہذا اسے صاف ہونا چاہیے)۔

۴۔ تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ ﴿ إذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم ﴾ (النحل ۹۸) قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

۵۔ ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿ ورتل

القرآن ترتیلا ﴾(المزمل ۴)اور قرآن کوٹھہر ٹھہر کر(صاف) پڑھا کر۔

۶۔قرآن کو تدبر اور معانی ومفہوم کو سمجھ کر پڑھے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں:﴿ کتاب أنزلناه إليك مبارك ليدبروا آياته وليتذكر أولوا الألباب ﴾(ص ۲۹) یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پرغور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔

اوراللہ تعالی بیان کرتے ہیں:﴿ أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها ﴾(محمد ۲۴) کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں۔

قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری کہ وہ اس کے مطالب ومفاہیم پرغور کرے اور اگر اس میں تقصیر ہو جائے تو اس کی معافی مانگے۔اگر کسی آیت رحمت کی تلاوت کرے تو اللہ تعالی سے اس کی رحمت کا سوال کرے۔اگر کسی عذاب والی آیت کو پڑھے تو اللہ تعالی کے عذاب سے پناہ مانگے۔اگر کسی جگہ اللہ کی بڑائی کا تذکرہ آئے تو اللہ کی پاکیزگی اور بڑائی بیان کرے۔اور دعا کی آیات پر اللہ سے مانگے۔

بہت زیادہ تیزی کے ساتھ قرآن پڑھنا یا شعروں کی طرح گا گا کر قرآن کی تلاوت کرنا درست نہیں۔کیونکہ اس سے تدبر وتفکر حاصل نہیں ہوسکتا۔اور اگر تیزی اتنی زیادہ ہو کہ لفظ تبدیل ہو جائے تو یہ حرام ہے۔

۷۔دوران تلاوت دوسرے لوگوں سے بات چیت بھی نہ کرے۔بعض لوگ دوران تلاوت ادھر ادھر لوگوں سے باتیں شروع کردیتے ہیں۔اور بار بار تلاوت سے باتوں

کی طرف آ جاتے ہیں۔ یہ بلا ضرورت قرآن سے اعراض ہے۔

۸۔ جب بھی آیت سجدہ سے گزرے خواہ دن ہو یا رات اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے۔ دعا کرے اور بغیر سلام کے سجدہ سے اٹھ جائے۔

۹۔ قرآن اس وقت بلند آواز سے نہ پڑھے جب کوئی دوسرا اس کی آواز کی وجہ سے پریشان ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

سیدنا ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ مسجد میں اعتکاف کر رہے تھے اور آپ اپنے معتکف میں موجود تھے۔ آپ نے لوگوں کی با آواز بلند قراءت سنی تو آپ نے پردہ اٹھا کر فرمایا: ☆ألا إن كلكم مناج ربه ، فلا يؤذين بعضكم بعضا ، ولا يرفعن بعضكم على بعض بالقرأة ، أو قال: في الصلاة☆ خبردار تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہے۔ پس بعض بعض کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور نہ ہی قراءت کی آواز ایک دوسرے پر بلند کرے۔ یا آپ نے فرمایا: نماز میں۔ (صحیح ابوداؤد)

④۔ بکثرت اللہ کا ذکر کرنا۔

پیارے بھائی! کیا اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی عبادت سہل اور آسان ہو سکتی ہے۔ جبکہ شرف و فضل میں بھی اس کا مقام بلند ہے۔ یہ ہم سے بہت زیادہ عمل اور مشقت کا مطالبہ نہیں کرتی۔ بلکہ ہم جب چاہیں اور جیسے چاہیں اس کو ادا کر سکتے ہیں۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں اس کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے ذکر کی ترغیب کئی ایک دلائل سے ثابت ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل۔

۱۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔﴿ فاذكروني أذكركم ﴾(البقرة ۱۵۲)اس لئے تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

۲۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔﴿ يا ايها الذين آمنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا ☆ و سبحوه بكرة و أصيلا ﴾ (الاحزاب ۴۱ ،۴۲)مسلمانو!اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو☆اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

۳۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔﴿ والذاكرين الله كثيرا والذاكرات أعد الله لهم مغفرة و أجرا عظيما ﴾ (الاحزاب ۳۵) بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان (سب کے) لیے اللہ تعالیٰ نے (وسیع)مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

۴۔اللہ عزوجل کہتے ہیں۔ ﴿ واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون ﴾(الانفال ۴۵)اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

سنت مطہرہ سے دلائل۔

۱۔سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:☆يقول الله تعالى : أنا عند ظن عبدي بي وأنا معه إذا ذكرني، فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ، وإن ذكرني في ملإ،ذكرته في ملإخير منهم ، و إن تقرب إلي بشبر تقربت إليه ذراعا، و إن تقرب إلي ذراعاتقربت إليه باعا وإن أتاني يمشي أتيته هرولة☆اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔میں اپنے بندے کے گمان

کے پاس ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے لوگوں میں یاد کرے تو میں ان سے اچھے لوگوں میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت چل کر آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک باع (دونوں ہاتھوں کے درمیانی پیائش کے برابر) بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (متفق علیہ)

۲۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ سبق المفردون، قالوا: و ما المفردون یا رسول اللہ؟ قال الذاکرون اللہ کثیرا والذاکرات ☆ مفردون آگے بڑھ گئے۔ صحابہ نے پوچھا: مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (صحیح مسلم)

۳۔ سیدنا ابو موسی اشعریؓ بیان فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ☆ مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر ربہ مثل الحی والمیت ☆ اللہ کا ذکر کرنے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (صحیح بخاری)

۴۔ سیدنا عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا: اسلام کے امور بہت زیادہ ہیں آپ مجھے ایک ایسی چیز بتائیں جس کو میں لازم پکڑوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ☆ لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ ☆ تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ (صحیح ترمذی، ابن ماجہ)

اقوال صحابہ سے دلائل۔

ا۔سیدنا معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں: ما شیء أنجی من عذاب الله من ذکر الله ۔اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں۔(صحیح ترمذی)

۲۔سیدنا ابو بکرؓ کا فرمان ہے: ذهب الذاكرون الله بالخير: اللہ کا ذکر کرنے والے خیر پا گئے۔(شعب الإیمان للبیہقی ۱/ ۴۰۸)

۳۔سیدنا ابوالدرداءؓ نے فرمایا: إن لكل شيء جلاء وإن جلاء القلوب ذكر الله عزو جل :ہر چیز کو صاف کرنے کا آلہ ہوتا ہے۔دلوں کو صاف کرنے والا آلہ اللہ وذ ریعہ کا ذکر ہے۔(شعب الإیمان للبیہقی ۱/ ۳۹۶)

سلف صالحین کے اقوال۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الذکر للقلب مثل الماء للسمك ، فكيف يكون حال السمك إذا فارق الماء: دل کے لئے اللہ کا ذکر ایسے ہی ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔اندازہ کیجئے اگر مچھلی کو پانی سے نکال دیا جائے تو اس کی حالت کیا ہوتی ہے۔(الوابل الصیب ٦٣)

امام ابن قیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ولا ريب أن القلب يصدأ كما تصدأ النحاس والفضة و غيرهما و جلاؤه بالذكر فإنه يجلوه حتى يدعه كالمرأة البيضاء ، فإذا ترك صدئ فإذا جلاه و صدأ القلب بأمرين: بالغفلة و الذنب، و جلاؤه بشيئين: الإستغفار والذكر :اس بات میں کوئی

شک نہیں کہ دل ایسے ہی گندے ہوتے ہیں جیسے گندھک اور چاندی ۔ اور دلوں کی صفائی اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے۔ اللہ کا ذکر دل کو صاف کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک صاف شیشے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور اگر ذکر ترک کر دیا جائے تو دل پھر گندہ ہو جاتا ہے۔ اس کو گندہ کرنے والی دو چیزیں ہیں۔ غفلت اور گناہ۔ اور اس گند کو صاف بھی دو چیزیں ہی کرتی ہیں: استغفار اور ذکر۔ (الوابل الصیب ٥٦)

بعض اذکار کے فضائل۔

١. لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شئ قدير کی فضیلت۔

سیدنا ابوایوب انصاریؓ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:☆ من قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شئ قدير عشر مرار كان كمن أعتق أربعة أنفس من ولد إسماعيل ☆ جس نے دس مرتبہ لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شئ قدير کہا گویا اس نے اولاد اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام سے چار غلاموں کو آزاد کر دیا۔ (متفق علیہ)

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆ من قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شئ قدير في يوم مائة مرة كانت له عدل عشر رقاب ، و كتبت له مائة حسنة و محيت عنه مائة سيئة و كانت له حرزا من الشيطان يومه ذلك حتى

یمسی ولم یأت أحد بأفضل مما جاء به إلا أحد عمل أکثر من ذلك

☆ جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ لا إله إلا الله وحده لا شریك له له الملك و له الحمد و هو علی کل شئ قدیر کہا اس نے دس گردنیں آزاد کیں۔ اور اسکے لئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور سو گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اس دن شیطان سے پناہ مل جاتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسی کا عمل نہیں ہوتا اِلا یہ کہ کوئی اس سے زیادہ پڑھ لے۔ (متفق علیہ)

۲۔ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم کی فضیلت۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ☆ کلمتان خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان حبیبتان إلی الرحمن سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم ☆ دو کلمات زبان پر ہلکے میزان میں وزنی اور رحمان کو بڑے ہی محبوب ہیں۔ اور وہ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم ہیں۔ (متفق علیہ)

۳۔ سبحان الله والحمدلله و لا إله إلا الله والله أکبر کی فضیلت۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ☆ لأن أقول: سبحان الله والحمدلله و لا إله إلا الله والله أکبر أحب إلی مما طلعت علیه الشمس ☆ میرے نزدیک سبحان الله والحمدلله و لا إله إلا الله والله أکبر کہنا ہر اس چیز سے محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۴۔ سبحان الله و بحمده کی فضیلت۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆من قال: سبحان الله و بحمده في يوم مائة مرة حطت خطاياه وإن كان مثل زبد البحر☆ جس نے دن میں سو مرتبہ سبحان الله و بحمده پڑھا اس کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

سیدنا ابوذر بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ ألا أخبرك بأحب الكلام إلى الله، قلت: يا رسول الله أخبرني بأحب الكلام إلى الله، فقال: إن أحب الكلام إلى الله سبحان الله و بحمده ☆ کیا میں تجھے ایسا کلام نہ بتاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اللہ کا محبوب تر کلام ضرور بتلائیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام سبحان الله و بحمده ہے۔ (صحیح مسلم)

۵۔ سبحان اللہ کی فضیلت۔

سیدنا سعد بن وقاصؓ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: ☆ أيعجز أحدكم أن يكسب كل يوم ألف حسنة: فسأله سائل من جلسائه: كيف يكسب أحدنا ألف حسنة؟ قال: يسبح مائة تسبيحة فيكتب له ألف حسنة أو يحط عنه ألف خطيئة ☆ کیا تم میں سے کوئی ہر روز ہزار نیکی کما سکتا ہے۔ مجلس میں بیٹھے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم ہزار نیکی کیسے کما سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جو ہر روز سو مرتبہ سبحان اللہ کہے اسے ہزار نیکی ملتی ہے۔ یا ہزار غلطی معاف ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

۶۔استغفار کی فضیلت۔

سیدنا شداد بن اوسؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں: کہ سید الاِ ستغفار یہ ہے کہ تو کہے:

☆اللھم أنت ربی لا إله إلا أنت خلقتنی و أنا عبدك و أنا علی عهدك و وعدك ما استطعت ، أعوذبك من شر ما صنعت أبوء لك بنعمتك علی و أبوء لك بذنبی فاغفرلی فإنه لا یغفر الذنوب إلا أنت☆ جس نے اسے یقین کے ساتھ دن کو پڑھا اور وہ اسی دن، رات ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت میں سے ہو گا۔اور رات کو بایقین پڑھا اور وہ اسی رات، دن ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ بھی جنتی ہے۔(صحیح بخاری)

۷۔سبحان الله و بحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه و مداد کلماته کی فضیلت۔

سیدہ جویریہؓ بیان کرتی ہیں۔ایک دن نبی ﷺ فجر کی نماز کے لئے ان کے ہاں سے نکلے تو وہ اپنی جائے نماز پر تھیں۔پھر آپ چاشت کے وقت واپس لوٹے تو تب بھی وہ وہیں تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے آپ کے بعد تین چار کلمات کہے ہیں اگر ان کا، اور جو کچھ آپ نے آج پڑھا ہے اس کا وزن کیا جائے تو وہ چار کلمات بھاری ہو جائیں گے۔اور وہ یہ ہیں. سبحان الله و بحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه و مداد کلماته. ایک روایت میں سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله زنة عرشه
سبحان الله مداد کلماته کے الفاظ ہیں۔(صحیح مسلم)

۸۔اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار کی فضیلت۔

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کی اکثر دعا اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ہوا کرتی تھی۔(بخاری ومسلم)

۹۔ نبی ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من صلی علی واحدة صلی اللہ علیہ عشرا ☆ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔(صحیح مسلم،ابوداؤد،نسائی)

۱۰۔لا حول ولا قوۃ إلا باللہ کی فضیلت۔

سیدنا ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ کی خبر نہ دوں یا آپ نے فرمایا: جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ لا حول ولا قوۃ إلا باللہ ہے۔(متفق علیہ)

ذکر اللہ کے فوائد۔

ا۔ یہ شیطان کو بھگاتا اور رحمان کو راضی وخوش کرتا ہے۔دل سے غموں اور دکھوں کو دھوتا اور فرح وسرور سے دل کو روشن کرتا ہے۔

۲۔ یہ دل وجان کو تقویت عطا کرتا ہے۔

۳۔ یہ چہرے اور دل کو روشن کرتا ہے۔اور رزق میں اضافے کا باعث ہے۔

۴۔ یہ مٹھاس، تروتازگی اور محبت پیدا کرتا ہے جو اسلام کی روح اور سعادت ونجات کا مدار ہے۔

۵۔ اس کی وجہ سے اللہ کی عبادت یوں کی جاتی ہے جیسے آدمی اس کو دیکھ رہا ہو۔

۶۔ اس سے اللہ کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے۔ یہ دل کو زندہ کرتا اور غلطیوں کو ختم کر کے اللہ کے عذاب سے نجات دیتا ہے۔ اور سکون کے نزول اور رحمت کے ڈھانپنے اور فرشتوں کے گھیرنے کا باعث ہے۔

۷۔ ذکر کے ساتھ رونا قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ کا باعث ہے۔

۸۔ ذکر کی وجہ سے آدمی فضول کلام، غیبت، چغلی اور بیہودہ باتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ زبان مستقل چپ نہیں رہ سکتی لہذا یا تو ذکر کرے گی یا لغو باتوں میں مصروف ہوگی۔ ایسے ہی نفس کو اگر آپ حق میں مشغول کر دیں تو درست ورنہ وہ تمھیں باطل میں مشغول کر دے گا۔

④۔ انفاق فی سبیل اللہ۔

اسلام نے نیکی کے راستوں پر اللہ کے لئے خرچ کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے اس کے دلائل بے شمار ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿ من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفه له أضعافا کثیرة ﴾

دیکھئے قرآن نے کیسے متحرک اور زندہ صورت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی دعوت دی ہے۔ کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے

سے مال ختم نہیں ہوتا بلکہ وہ قرضِ حسنہ ہے جسے اللہ مزید اضافہ کے ساتھ واپس دیں گے۔

۲۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿ مثل الذين ينفقون أموالهم في سبيل الله كمثل حبة أنبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم ﴾

۳۔سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:☆ مامن يوم يصبح العباد فيه إلا ملكان ينزلان فيقول : أحدهما اللهم أعط منفقا خلفا، ويقول الآخر : اللهم أعط ممسكا تلفا☆ ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور دے۔ دوسرا کہتا ہے: اے اللہ کنجوس کے مال کو تباہ فرما۔ (متفق علیہ)

۴۔سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:☆ ما نقصت صدقة من مال ☆ صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ (مسلم، ترمذی)

رمضان میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب میں دو امور کی وجہ سے اضافہ ہو جاتا ہے۔

۱۔اتباع النبی ﷺ کی وجہ سے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:☆ كان رسول الله ﷺ أجود الناس وكان أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل ، وكان يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن ، فلرسول الله أجود بالخير من الريح المرسلة☆ رسول ﷺ سب سے بڑھ کر سخی تھے۔ رمضان میں جب آپ

جبریل سے ملاقات کرتے تو آپ کی سخاوت پہلے سے بھی بڑھ جاتی۔ آپ رمضان میں ہر رات جبریل سے ملاقات کرتے اور قرآن کا دور کرتے تھے۔ اس وقت آپ کی سخاوت اس قدر ہوتی کہ تند و تیز آندھی بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔ (متفق علیہ)

۲۔ فضیلت رمضان کی وجہ سے۔

دوسرے مہینوں کی نسبت رمضان میں اجر و ثواب زیادہ ہوجاتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف، قال الله عز وجل :إلا الصوم فإنه لي و أنا أجزي به ،يدع شهوته و طعامه من أجلي ، للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه و لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك ☆ ابن آدم کی روزہ کے علاوہ ہر نیکی دس سے لیکر سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزاء دوں گا۔ وہ (روزہ دار) صرف میرے لئے کھانا، پینا اور شہوت ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو کستوری سے بڑھ کر محبوب ہے۔ (متفق علیہ)

مسلمان کو چاہیے ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہے کہ کہیں اس کا شمار ان لوگوں میں نہ ہو جائے جنہیں اللہ تعالی نے قرآن مجید کے اس مقام پر ذکر کیا ہے۔ ﴿ هأنتم هؤلاء تدعون لتنفقوا في سبيل الله فمنكم من يبخل و من يبخل فإنه يبخل

عن نفسه والله الغنی و أنتم الفقراء و إن تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا أمثالکم ﴾ (محمد ۳۸) خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو، تو تم میں سے بعض بخیلی کرنے لگتے ہیں۔ اور جو بخل کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخیلی کرتا ہے۔ اللہ تعالی غنی ہے اور تم فقیر (اور محتاج) ہو۔ اور اگر تم روگردان ہو جاؤ تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو لائے گا جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے۔

پس آدمی اس دن ندامت اور پریشانی کا اظہار کرے گا جس دن اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اور مال تو دنیا میں ایک وسیلہ ہے غایت وانتہاء نہیں ہے۔

⑤۔ رمضان میں عمرہ۔

اللہ تعالی کے بے شمار انعامات میں سے اپنے بندوں پر ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر رکھا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت کو جسے ام سنان کہا جاتا تھا فرمایا: ☆ ما منعك أن تكوني حججت معنا؟ قالت : ناضحان كانا لأبي فلان (زوجها) حج هو و ابنه على أحدهما ، وكان الآخر يسقي عليه غلامنا قال: فعمرة في رمضان تقضي حجة أو حجة معي ☆ تمھیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کس چیز نے روکا؟ کہنے لگیں: ابوفلان (میرے خاوند) کی دو اونٹنیاں تھیں ایک پر اس نے اور اس کے بیٹے نے حج کیا اور دوسری اونٹنی پر ہمارا غلام پانی لایا کرتا تھا ۔ آپ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ یا آپ نے فرمایا: رمضان میں

عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔(متفق علیہ)

مناسک عمرہ کی ادائیگی کے بعد عمرہ مکمل ہو جاتا ہے۔اگرچہ اس کے بعد مکہ میں قیام نہ بھی کیا جائے۔اور اگر انسان ان مبارک ایام میں بیت اللہ کے قریب رہے تو ایک مسلمان کی عبادت اور اللہ کی طرف لگاؤ میں اس کا بہت بڑا اثر ہے۔کیونکہ انسان مکمل طور پر اللہ کی رضا کے لئے دنیا سے فارغ ہو کر وہاں پہنچتا ہے۔اور وہاں افعال اطاعت اس کے لئے بہت زیادہ آسان ہو جاتے ہیں خصوصا نماز ،صدقہ ،ذکر اور تلاوت قرآن۔

مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت سیدنا ابو ہریرہؓ کی روایت میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:☆ صلاة في مسجدي هذا خير من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام☆ مسجد حرام کے علاوہ میری اس مسجد میں نماز پڑھنا عام مساجد میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار مرتبہ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔(متفق علیہ)

اور سیدنا جابرؓ سے مروی ہے۔کہ رسول اللہ نے فرمایا:☆ صلاة في مسجدي أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام و صلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه ☆ مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں نماز پڑھنے سے میری مسجد میں نماز پڑھنا ہزار گنا بہتر ہے۔جبکہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز سے بہتر ہے۔(صحیح سنن ابن ماجہ)

لیکن جو بیوی بچوں کے ساتھ عمرہ کے لئے حاضر ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ بیوی

بچوں کا خیال رکھے۔ اور انہیں آزاد نہ چھوڑے۔ کیونکہ اس طرح وہ بازاروں میں گھوم پھر کر وقت ضائع کریں گے۔ اگر کسی نے اس کا اہتمام نہ کرنا ہو تو اس کے لئے اس کا گھر ہی بہتر ہے۔

⑥۔ افطاری کروانا۔

اس مبارک مہینے میں روزہ دار کے لئے مستحب اعمال میں سے روزہ افطار کروانا بھی ہے۔ کیونکہ اس پر بہت زیادہ ثواب مترتب ہوتا ہے۔ سیدنا زید بن خالد الجہنیؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ☆ من فطر صائما كان له مثل أجره غير أنه لا ينقص من أجر الصائم شيئي ☆ جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروایا تو اس کو بھی روزہ دار جتنا ہی اجر ملے گا۔ اور روزہ دار کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح ترمذی، ابن ماجہ)

تنبیہ: افطاری کئی طریقوں سے کروائی جا سکتی ہے مثلاً کسی کو کھانے کے لئے کھانا مہیا کر دینا۔ یا مال دے دینا جس سے وہ کھانے کی اشیاء
خرید سکے وغیرہ۔ لیکن یاد رہے یہ فقیر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر قسم کے لوگوں کے کھلانے سے مذکورہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

تم بحمد الله ومنه وفضله

٥ ذوالحجة ١٤٣٠ھ

كتبه بنفسه العبد الفقير إلى عفو ربه

أبو عكاشه محمد إبراهيم شاهين بن ميان محمد دين ڈوگر

مكة مكرمة . سعودى عرب
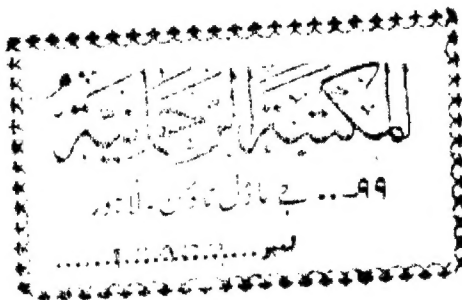
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دو قریب تھا کہ وہ اُس میں غفلت کریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو پروردگار عالم کا حکم تھا کہ ان پانچ چیزوں پر کاربند ہو کر دوسروں کو حکم دو۔ لہٰذا یا تو آپ کہہ دیجیے یا میں پہنچا دوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ سبقت لے گئے تو کہیں مجھے عذاب نہ دیا جائے یا زمین میں دھنسا نہ دیا جائے پس یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی مسجد میں جمع کیا۔ جب مسجد پُر ہوگئی تو آپ اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کر کے کہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کو حکم کیا ہے کہ خود بھی عمل کروں، تم سے بھی ان پر کراؤں۔ ایک یہ کہ اللہ ایک کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خاص اپنے مال سے کسی غلام کو خریدے اور غلام کام کاج کرے لیکن جو کچھ حاصل ہو اُسے کسی اور کو دے دے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو، ٹھیک اس طرح تمہارا پیدا کرنے والا تمہیں روزی دینے والا، تمہارا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ پس تم اس کی بات کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

دوسری یہ کہ نماز ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ بندے کی طرف ہے جب تک وہ نماز میں اِدھر اُدھر منہ پھیرے، جب تم نماز میں ہو تو خبردار اِدھر اُدھر التفات نہ کرنا۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ روزے رکھا کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس مُشک کی تھیلی بھری ہوئی ہو جس سے اس کے تمام ساتھیوں کے معطر رہیں۔ یاد رکھو روزے دار کی منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔ (مسند احمد، ترمذی)